جمعرات 26 مئی 2022ء | 25 شوال 1443 ہجری قمری | 26 ہجرت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:125

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

(البقرہ: 157)

اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

فرمان رسول ﷺ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ہوا۔ کئی صحابہ نے شدت محبت اور غم کی وجہ سے حضور ﷺ کو وفات یافتہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 145 تلاوت فرمائی۔

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ

یعنی محمدؐ صرف ایک رسول ہیں۔ اور ان سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ یہ آیت سن کر صحابہ نے حضور ﷺ کو فوت شدہ مان لیا۔ اگر کوئی ایک صحابی بھی حضرت عیسیٰؑ کو زندہ سمجھتا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اگر حضرت عیسیٰ رسول ہو کر اب تک زندہ ہیں تو آنحضرت ﷺ کیونکر فوت ہو سکتے ہیں۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

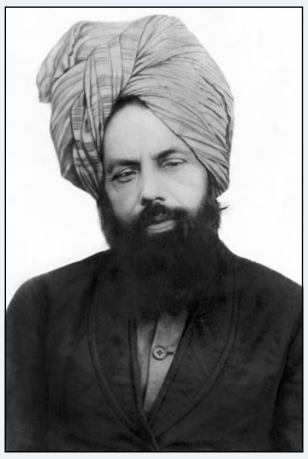

مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر اُس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اُس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ اُن برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔

(الوصیّت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 316)

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ، حضرت مصلح موعودؓ کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور اپنی حالت کا ذکر کرتے ہوئے آپ (مصلح موعودؓ) ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے تو یہ سمجھا گیا کہ آپ اچانک فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے پہلے سے اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہو گئی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے۔ ... فرماتے ہیں کہ جب حضرت صاحب فوت ہوئے اس وقت خدا تعالیٰ نے میرا دل نہایت مضبوط کر دیا اور فوراً میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اب ہم پر بہت بڑی ذمہ داری آ پڑی ہے اور میں نے اسی وقت عہد کیا کہ الٰہی میں تیرے مسیح موعود کی لاش پر کھڑا ہو کر اقرار کرتا ہوں کہ خواہ اس کام کے کرنے کے لئے دنیا میں ایک بھی انسان نہ رہے پھر بھی میں کرتا رہوں گا۔ اس وقت مجھ میں ایک ایسی قوت آ گئی کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

(ماخوذ از خطاب جلسہ سالانہ 27دسمبر 1919ء
انوارالعلوم جلد 4 صفحہ 523-524)

پھر اس کی ایک جگہ ذرا تفصیل بیان کرتے ہوئے اور جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ تکالیف اور مصائب سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود بقیہ صفحہ 15 پر

اس شمارہ میں

- سلسلہ خلافت کا (منظوم)
- اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالعمل اور اُخروی زندگی کو دارالجزاء قرار دیا
- خلیفہ منتخب ہوتا ہے یا اسے اللہ تعالیٰ بناتا ہے؟
- برکات خلافت
- خلافت احمدیہ اور مسلمان
- حضرت مسیح موعودؑ غیروں کی نظر میں
- مقابلہ حفظ قرآن
- خلافت دھوپ میں سایہ (منظوم)
- یوکرائن سے لٹویا آنے والے پناہ گزینوں کی امداد

دربارِ خلافت

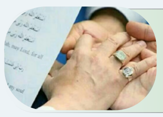

اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اُٹھالے گا اور خلافت علی منہاج نبوت قائم ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، اس نعمت کو بھی اُٹھالے گا۔ پھر اُس کی تقدیر کے مطابق ایذارساں بادشاہت قائم ہو گی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ پھر جب یہ دَور ختم ہو گا تو اُس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی اور یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285 حدیث النعمان بن بشیر، حدیث نمبر 18596 عالم الکتب بیروت لبنان 1998)

پس پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے بارے میں فرمایا، پھر خلافتِ راشدہ کے قیام کا ذکر فرمایا جو منہاج نبوت پر (یعنی نبوت کے طریق پر) آگے بڑھتے چلے جانے والی ہو گی۔ اور دنیا نے دیکھا کہ پہلی چار خلافتیں جو خلافتِ راشدہ کہلاتی ہیں، کس طرح دنیا کی جاہ وحشمت سے دُور اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو ہر آن سامنے رکھتے ہوئے خالصةً للہ امورِ خلافت سرانجام دیتی رہیں۔ پھر کس طرح حرف بہ حرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات پوری ہوئی جس میں بعض دوروں میں کم ایذارساں اور بعض میں زیادہ ایذارساں بادشاہت مسلمانوں میں نظر آتی ہے۔تو خلافتِ راشدہ کے بعد یہ بادشاہت قائم ہوئی۔ یہ بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہوئی۔ ظلم و جبر جو ہے وہ بھی تاریخ پڑھیں تو ہمیں ان بادشاہتوں میں دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ بادشاہت کا دین سے زیادہ دنیا کی طرف رجحان تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح ہمیشہ ہوتا آیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ ایک تاریک دَور کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور ظلم وستم کا دَور ختم ہو گا اور پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی اور اس کے بعد آپؐ خاموش ہو گئے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اس حدیث پر غور کر کے ہر انسان دیکھ سکتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بارے میں بھی آپ کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ پھر کم ایذارساں بادشاہت اور پھر اس کے بعد جابر بادشاہت کے بارے میں بھی آپ کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ تو پھر اس کے آخری حصے کے بارے میں باوجود سب نشانیاں پوری ہو جانے اور باوجود خدا تعالیٰ کے بھی اس اعلان کے کہ وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعہ: 4) اور آخرین میں سے بھی، یعنی آخرین میں ایک دوسری قوم میں بھی وہ اُسے بھیجے گا جو ابھی ان سے نہیں ملی۔یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت کے سامان اللہ تعالیٰ پھر پیدا فرمائے گا۔فرماتا ہے وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (الجمعہ: 4)۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے یہ فیصلہ فرمایا، جب اُس کی رحمت نے جوش مارا، تو اُس نے ملوکیت سے مسلمانوں کی رہائی کے سامان فرمائے اور ایسا کیا کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم فرمائے۔

پس ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جہاں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی، حدیث کی پیشگوئی کے پہلے حصے کی تصدیق کرتے ہیں، اُس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کو پورا ہوتا ہوا سمجھتے ہیں، وہاں ہم اُس کے آخری حصے پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر یقین کامل رکھتے ہیں کہ یہ بات پوری ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعہ: 4)۔ کہ آخرین میں سے بھی لوگ ہوں گے جو پہلوں سے ملنے والے ہیں، جو ابھی اُن سے ملے نہیں، اس پر ایمان رکھتے ہوئے زمانے کے حالات اور تمام نشانیوں کو ہم پورا ہوتا دیکھتے ہوئے آنے والے مسیح موعود اور مہدی موعود پر بھی ایمان لاتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کو ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’نَبِیُّ اللّٰہ‘‘ کہہ کر فرمایا۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن باب ماجاء فی ذکر الدجال، حدیث نمبر 7373) پھر فرمایا میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں (المعجم الصغیر للطبرانی جلد 1 صفحہ 257 باب العین من اسمہ عیسیٰ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان 1983ء)۔ پھر اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ کی آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا قرار دیا۔ گویا آنے والا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر، آپ کے ظل کے طور پر مبعوث ہو کر نبوت کا مقام پائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ بھی فرمایا کہ آنے والا ان لوگوں میں سے ہو گا، غیر عربوں میں سے ہو گا۔ ایمان کے غائب ہونے اور ثریا پر چلے جانے کی نشانی بھی بتا دی جس کو یہ تمام علماء تسلیم بھی کرتے ہیں کہ اُس زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے دعویٰ فرمایا، مسلمانوں کی ایمانی حالت انتہائی کمزور تھی، گویا ایمان زمین سے اُٹھ گیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورة الجمعہ باب قولہ وآخرین منھم … حدیث نمبر 4897)

پس یہ نشانی یا نشانوں کا پورا ہونا بھی دیکھتے ہیں اور یہ نشانوں کا پورا ہونا بتاتا ہے کہ آنے والا مسیح موعود یقیناً وقت پر آیا۔ یہاں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام خاتم الخلفاء ہونے کی حیثیت سے اُس خلافت کی انتہا تک پہنچے جو منہاج نبوت کا اعلیٰ ترین معیار تھا یا آپ اُس مقام پر فائز ہوئے جو منہاج نبوت کا اعلیٰ ترین معیار تھا۔ اور مسیح موعود ہونے کی حیثیت سے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہونے کی وجہ سے ظلّی نبی بھی بنے اور یوں خلافت کا جو نظام آپ کے ذریعے سے، آپ کے طریق پر آگے چلا وہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منہاج پر قائم ہے جس کا کام قرآنِ کریم کی شریعت کو مسلمانوں میں جاری کرنا۔قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے حق ادا کرنے کی کوشش کرنا اور کروانا۔سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما بنا کر اس پر عمل کرنا اور جماعت کو اس کے مطابق تلقین کرنا اور عمل کروانا ہے۔

(خطبہ جمعہ 24/ مئی 2013ء)

سلسلہ خلافت کا

نور ہے صداقت کا
سلسلہ خلافت کا

وقت پر ہوا ظاہر
چاند وہ صداقت کا

آج بحر ظلمت میں
ہے دیا خلافت کا

مل گیا ہمیں یارو
آستاں محبت کا

امن کا ہے اب مرکز
علم احمدیت کا

ہے دعا نہ میلا ہو
پیرہن اطاعت کا

ہے جہاں بھی گرویدہ
اس کی شان و شوکت کا

وقت نے بدل ڈالا
فیصلہ عدالت کا

کیا کریں زمانے کی
اس قدر جہالت کا

زندگی نہ ہو زاہد!
کیا کرو گے دولت کا

سید طاہر احمد زاہد

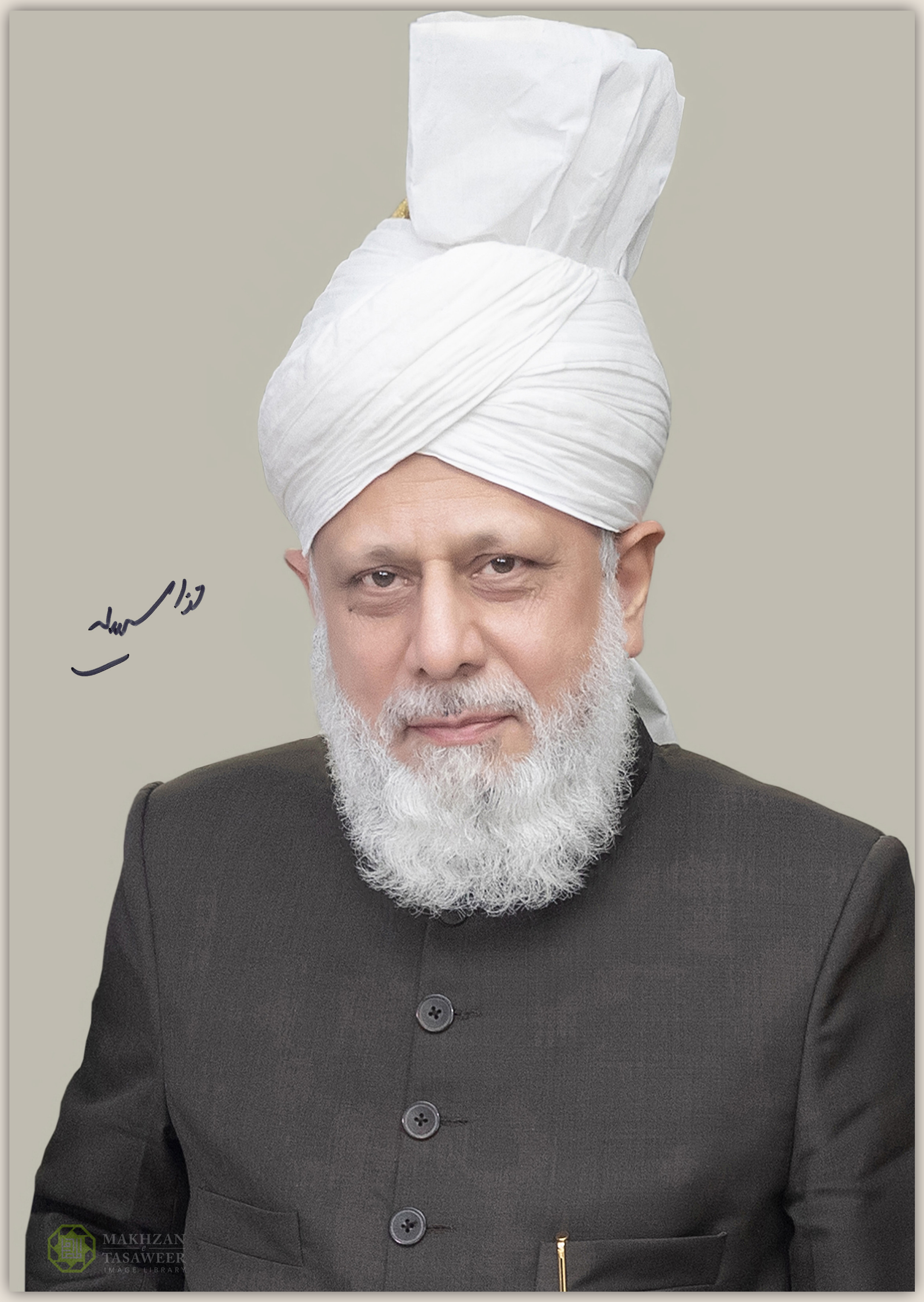

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(یوم خلافت کے موقع پر قارئین الفضل آن لائن کے لئے ایک حسین اور لازوال تحفہ)

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالعمل اور اُخروی زندگی کو دارالجزاء قرار دیا

خاکسار کی برطانیہ میں رہائش کے قریب، پیدل فاصلہ پر عیسائیوں کا ایک بڑا قبرستان (Cemetery) ہے۔جس کے ایک حصہ میں دو سال سے احمدیوں کا قبرستان جس میں قطعہ موصیان بھی ہے، تشکیل پایا ہے۔ جماعت احمدیہ کے اس قبرستان کے دونوں قطعات کی قبروں پر خاکسار کو اکثر دعا کرنے کا موقع میسر آتا ہے جس سے اپنا آخری انجام آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور آخرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

عیسائیوں کا قبرستان کئی حصوں میں منقسم ہے۔ بنیادی طور پر یہ ان کے دو بڑے فرقوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی قبروں پر مشتمل ہے۔ بار بار اس حصہ کو وزٹ کرنے پر خاکسار کے مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ ہر دو فرقوں کی قبروں کی بناوٹ اور سجاوٹ میں بہت معمولی فرق ہے لیکن جو بات سانجھی ہے۔ وہ قبروں کو تازہ و مصنوعی یعنی کاغذی پھولوں سے قبروں کو سجانا ہے۔ پھولوں کے گلدستے قبروں پر رکھے عام نظر آتے ہیں۔بعض قبروں پر پانی کے پیالے اور بعض پر کیمرے و دوربین نظر آئیں گی۔اس کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے، گویا کہ مردے ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ پھولوں سے سجے گملے اور گلدان آس پاس اور قبروں پر موجود ہوتے ہیں اور ویک اینڈ یا سرکاری تعطیل کے دن لواحقین نئے پھولوں کے گلدستوں کے ساتھ آتے ہیں اور قبروں کی سجاوٹ کر کے سابقہ گملوں میں لگے پھولوں کو پانی دے جاتے ہیں۔قبر پر باادب کھڑے ہو کر اپنے خیال میں وفات یافتہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

قبروں پر رکھی جانے والی اشیاء کی بات چل رہی ہے۔ وفات پانے والے شخص کے ذوق و شوق کے مطابق قبریں مزین ہوتی ہیں۔ اگر کوئی فٹ بال کا شوقین تھا تو اس کی قبر پر فٹ بال پڑے نظر آئیں گے۔ایک قبر پر چھوٹے چھوٹے کھلونوں کی طرح کے گھوڑے رکھے دکھائی دیئے۔ پتہ چلا اسے گھڑ سواری کا شوق تھا۔ ایک قبر پر سجاوٹی اشیاء نظر آئیں۔معلوم ہوا کہ اسے اپنے بیڈ روم میں یہ چیزیں رکھنا بہت پسند تھا۔صلیب کا نشان یا ان کی دانست میں پری نما فرشتوں کے مجسمے تو عام ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ یہاں اپنے پر پھیلائے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ الغرض بہت عجیب وغریب نظریات دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں۔ ان کی قبریں اکثر چاروں طرف سے پختہ اور بعض تو سنگ مرمر کے ساتھ ڈھکی نظر آئیں گی۔ محنت کر کے ان کو خوبصورت بنایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ آخرت کا خیال ایسے ذہنوں میں کم ہی آتا ہو گا۔

جبکہ اسلام میں قبروں کو سائیڈوں سے ایک اینٹ کا حاشیہ بنایا جاتا ہے اور اوپر سے پختہ کرنے کی ممانعت ہے، اوپر سے اکثر جگہ تو مٹی ہی ڈالی جاتی ہے جبکہ بعض جگہوں پر سنگ مرمر کے چپس یا بجری ڈال دیتے ہیں۔قبروں یا ان کے کتبوں پر نقش و نگار کرنا منع ہے۔ اکثر جگہوں پر مسلم قبرستانوں میں قبریں کچی ہیں۔ ماسوائے ایسی جگہوں کے جہاں سیلابی ریلے کے آنے اور قبروں کو بہالے جانے کا خدشہ ہو۔ بالخصوص دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کے قبرستانوں میں قبریں کچی ہوتی ہیں اور ترتیب میں ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ لاہور سے وزٹ کرنے والے ایک صحافی نے بہشتی مقبرہ ربوہ کی قبروں کو ترتیب میں دیکھ کر مجھ سے کہا کہ جس جماعت کے مردوں کی قبروں میں اتنی ترتیب اور صفائی ہے، اس کو دیکھ کر یہ خیال کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ ان کے زندہ افراد کے رہن سہن اور دینی اقدار کا کیا حال ہو گا؟ یہ تو ایک ضمنی طور پر بات درمیان میں آ گئی۔ تاہم یہ بات مشاہدہ اور تجربہ میں آئی ہے کہ جو زمین سے جُڑے رہنے کا احساس اور خوبصورتی کچی قبروں میں نظر آتی ہے وہ پکی اور پختہ قبروں میں نظر نہیں آتی۔ ہاں قبر کی اصل خوبصورتی تو اس مرحوم کے روحانی مدارج سے ہے جو اس کے اندر مدفون ہے۔ اس کے اس دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے مطابق اس کو اجر مل رہا ہوتا ہے۔ انسان کے نیک اعمال کا ذکر مرنے کے بعد اس کے کتبے پر لکھا جاتا ہے۔ ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی نے ایک برگزیدہ شخص سے پوچھا کہ بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد کی زندگی کا کیا مطلب ہے؟ وہ اس کو قبرستان لے گئے اور فوت شدہ لوگوں کی قبروں کے کتبے پڑھنے کو کہا۔ اس شخص نے تسلیم کیا کہ ہاں مجھے تو ان مرنے والوں کی زندگی کا اب پتہ چلا ہے۔ اس برگزیدہ شخص نے فرمایا کہ بعث بعد الموت کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ اس لئے قبروں پر کتبے لگانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہر کتبہ اس بزرگ کی بلکہ یہ کہنا بجا ہو گا کہ جماعت کی تاریخ ہوتی ہے۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’صلحاء کے پہلو میں دفن (ہونا) بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا: ما یقی لی ھَمٌّ بعد ذالک

یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں۔ جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔ مجاورت بھی خوشحالی کا موجب ہوتی ہے۔ میں اسی کو پسند کرتا ہوں۔ اور یہ بدعت نہیں کہ قبروں پر کتبے لگائے جاویں۔ اس سے عبرت ہوتی ہے اور ہر کتبہ جماعت کی تاریخ ہوتی ہے۔ ہماری نصیحت یہ ہے کہ ایک طرح سے ہر شخص گور کے کنارے ہے۔ کسی کو موت کی اطلاع مِل گئی اور کسی کو اچانک آ جاتی ہے۔ یہ گھر ہے بے بنیاد۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے گھر بالکل ویران ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کو انسان دیکھتا ہے۔ جب تک مٹی ڈالتا ہے دل نرم ہوتا ہے۔ پھر دل سخت ہو جاتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 8
صفحہ 286-287 ایڈیشن 1984ء)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبروں کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور گنبد بنانے سے منع فرمایا۔ (مسلم کتاب الجنائز)

*ابو ہیاج اسدی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے کہا۔

کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا تھا اور وہ یہ کہ تم کوئی تصویر یا مجسمہ مٹائے بغیر نہ چھوڑنا اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے (عام قبروں کے) برابر کر دو۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز
بَابُ الْأَمْرِ بِتَسْوِيَةِ الْقَبْرِ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ اور بعض دیگر مقامات پر بعث بعد الموت پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور دیگر مذاہب کے نظریات کو رد کرتے ہوئے مرنے کے بعد انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں بھی بعث بعد الموت کے حوالے سے بہت سے ایسے نظریات موجود ہیں۔ جن کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پر بہت سی ضخیم کتب بھی مارکیٹ میں موجود ہیں۔ جیسے موت کے بعد کیا ہو گا؟ قبر کے مناظر، بعث بعد الموت وغیرہ۔ جن میں خطرناک منظر کشی کر کے لوگوں کو قبر کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ قبر میں ظاہری حالت میں ہو گا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور مومن امن دینے والا ہے۔ اسلام اور امن کا یہ تعلق صرف اس دنیا میں ہی نہیں ہے، آخرت میں بھی ساتھ رہتا ہے۔ اسی لئے جنت میں بھی بلندی درجات کے لیے ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالعمل اور اُخروی زندگی کو دارالجزاء قرار دیا ہے۔ اور دارالجزاء کا Concept ایک ہسپتال اور ایک جہنم و جنت کا قرار دیا ہے کیونکہ خدا رحیم وغفور ہے۔ اللہ وہ طبیب ہے کہ برے عمل کرنے والوں کو ہسپتال میں رکھ کر علاج کرتا ہے اور صحت یاب ہونے کے بعد اسے ہسپتال سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ یا اگر اسے اس کے بد اعمال کی وجہ سے سزا ہوتی ہے تو اس کی اصلاح کے بعد اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ اس کو برزخ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ قبر میں انسان کے اندر جاتے ہی اس کے اعمال کے پیش نظر اگر اچھے اور نیک ہیں تو دائیں طرف کی کھڑکی کھل جاتی ہے جس سے تازہ خوشبو دار ہوا آنے لگتی ہے اور برے اعمال کی صورت میں بائیں طرف کی کھڑکی سے گرم ہواؤں کے آنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے، کے تحت فرماتے ہیں۔

’’موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں۔ جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے۔ وہ اس جہان میں مخفی طور پر اس کے اندر ہوتی ہے اور اس کا تریاق

یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے۔ مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہے گا بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائیں گی۔ اس کا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے کہ انسان کے بدن پر جس قسم کے مواد غالب ہوتے ہیں عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں۔ جب کوئی تیز تپ چڑھنے کو ہوتا ہے تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں اور بلغمی تپوں اور ریزش اور زکام کے غلبہ میں انسان اپنے تئیں پانی میں دیکھتا ہے۔ غرض جس طرح کی بیماریوں کے لیے بدن نے تیاری کی ہو وہ کیفیتیں تمثل کے طور پر خواب میں نظر آجاتی ہیں۔ پس خواب کے سلسلہ پر غور کرنے سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے۔۔۔۔۔۔ اورجیسا کہ انسان جو کچھ خواب میں طرح طرح کے تمثلات دیکھتا ہے اور کبھی گمان نہیں کرتا کہ یہ تمثلات ہیں بلکہ انہیں واقعی چیزیں یقین کرتا ہے ایسا ہی اس عالم میں ہو گا بلکہ خدا تمثلات کے ذریعہ سے اپنی نئی قدرت دکھائے گا۔ چونکہ وہ قدرت کامل ہے۔ پس اگر ہم تمثلات کا نام بھی نہ لیں اور یہ کہیں کہ وہ خدا کی قدرت سے ایک نئی پیدائش ہے تو یہ تقریر بہت درست اور واقعی اور صحیح ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ

(السجدہ: 18)

یعنی کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اس کے لیے مخفی ہیں۔ سو خدا نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں اور دودھ اور انار اور انگور کو ہم جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے۔ پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا۔ اس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 396-398)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا مَاتَ الۡاِنۡسَانُ انۡقَطَعَ عَنۡہُ عَمَلُہٗ کہ انسان پر موت آجانے کے بعد اس کے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے دنیا کو دار العمل کہا جاتا ہے۔ شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جوں جوں انسان بڈھا ہوتا جاتا ہے دین کی طرف بے پروائی کرتا جاتا ہے۔ یہ نفس کا دھوکا اور سخت غلطی ہے جو موت کو دور سمجھتا ہے۔ موت ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اس سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے اور وہ قریب ہی قریب ہے۔ ہر ایک نیا دن موت کے زیادہ قریب کرتا جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض آدمی اوائل عمر میں بڑے نرم دل تھے۔ لیکن آخر عمر میں آ کر سخت ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ نفس دھوکا دیتا ہے کہ موت ابھی دور ہے۔ حالانکہ بہت قریب ہے۔ موت کو قریب سمجھو تا کہ گناہوں سے بچو۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 94 ایڈیشن 2016ء)

گویا کہ عمل کرنے کا وقت، اس کی زندگی میں ہے اس لیے انسان کو زندگی کے ہر لمحے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ویسے تو انسان کے اَن گنت انفرادی عمل ہیں جو وہ اپنی زندگی میں کرتا ہے جن کی اسے جزاء ملے گی۔ لیکن بعض عمل انسان ایسے کر جاتا ہے جن کا فائدہ معاشرے میں بسنے والے دوسرے لوگوں کو بھی پہنچتا ہے مگر ثواب، عمل کرنے والے کو مل رہا ہوتا ہے۔ ایسے اعمال کو صدقہ جاریہ کہا جاتا ہے۔ یعنی مستقل جاری رہنے والی نیکی۔ گو انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل تو ختم ہو جاتے ہیں مگر ان کی نیکی کا ثواب اور اجر ملتا رہتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر بیان شدہ حدیث کے اگلے حصہ میں فرمایا کہ گو انسان کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل جاری رہتے ہیں۔ جیسے کوئی انسان زندگی میں رفاہ عامہ کے لیے مسجد تعمیر کر دے، اسکول یا مدرسہ بنا دے، کنواں لگا دے، جس کے پانی سے ایسے علاقوں کے لوگ مستفیض ہوں جہاں پانی کی کمی ہے یا پانی کڑوا یا گدلا آتا ہے۔ جیسے جماعت احمدیہ میں ہیومینیٹی فرسٹ اور انٹرنیشنل احمدیہ ایسوسی ایشن آف آرکیٹیکچرز اینڈ انجینئرز (IAAAE) کے تحت افریقہ اور نگر پارکر پاکستان کی بے شمار جگہوں میں کنویں، نلکے اور پانی کے جدید Tap لگوا کر جاری رہنے والا صدقہ کیا ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے برطانیہ کے جلسہ ہائے سالانہ کے خطابات سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت نے کئی پس ماندہ علاقوں میں سہولیات مہیا کر کے ماڈل گاؤں بھی بنائے ہیں۔

اسی طرح کسی طالب علم کے لیے مالی امداد یا وظیفہ بھی صدقہ جاریہ کے زمرے میں آتا ہے۔ جس طرح حضرت چوہدری ظفراللہ خانؓ نے اپنی زندگی میں ایک ٹرسٹ قائم فرمایا تھا جس کے تحت غریبوں، ناداروں اور مستحق طلباء کے لیے رقوم مہیا کی جاتی تھیں۔

دوسرے نمبر پر ایسا علم ہے جو ’’لا ینقطع بہ‘‘ ہو کہ اس کے شاگرد دنیا بھر میں موجود فیض کو آگے پہنچا رہے ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ اسی کے تحت آتا ہے۔ کوئی کتاب لکھ جاتا ہے اور بغیر کسی لالچ کے بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ کرنا بھی صدقہ جاریہ ہے۔

تیسرے نمبر پر ’’ولد صالح یدعولہ‘‘ کہ انسان اپنے پیچھے ایسی اولاد چھوڑ جائے جس کی تربیت ایسی کی ہو کہ مرحوم کی نیکیوں کو اس کی وفات کے بعد جاری رکھے۔ اس لیے اولاد کی تربیت و اصلاح بہت اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ احمدی خواتین کو اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کرنے کی تلقین کرتے تھے کہ وہ نماز کی ادائیگی کی طرف توجہ دیتے رہیں۔ ماؤں سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ اپنے بچوں کو نمازی بنا جائیں گی تو انہوں نے اگر ظہر کی نماز پڑھی تو کہا جائے گا کہ اس مرحومہ عورت نے بھی ظہر کی نماز پڑھی۔ اگر پسماندگان میں سے کسی بیٹے نے عصر کی نماز ادا کی تو عصر کی نماز کا ثواب اس مرحومہ والدہ کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ علی ہذا القیاس مغرب، عشاء اور فجر کا اولاد کی طرف سے ادا کرنا اس کی والدہ کو ثواب مل رہا ہو گا۔

الغرض اسلامی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ قبروں کو پکی کرنے یا خوبصورت بنانے یا نقش و نگار کرنے سے مدفون شخص کو کوئی ثواب نہیں مل رہا ہوتا۔ بلکہ اس کے وہ نیک اعمال ہیں جو آخرت میں اس کے کام آئیں گے۔ اس لیے ہمیں اپنے اعمال کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’یاد رکھو کہ ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمد للہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکمی حالت ہے خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 165 ایڈیشن 2016ء)

آپؑ مزید فرماتے ہیں۔

’’اپنے ایمان کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر عملی حالت درست نہیں ہے تو حقیقت میں ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے۔ جیسے ایک خوبصورت کو معمولی اور ہلکا سا کڑا بھی پہنا دیا جاوے تو وہ اسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اسی طرح پر ایماندار کو عمل اور بھی خوبصورت دکھاتا ہے اور اگر بدعمل ہے تو کچھ بھی نہیں۔ حقیقی ایمان جب انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے تو اعمال میں ایک لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی معرفت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 340 ایڈیشن 2016ء)

پس ہماری جماعت کو ان تعلیمات پر عمل کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ابو سعید)

ہادی علی چوہدری۔ نائب امیر کینیڈا

خلیفہ منتخب ہوتا ہے یا اسے اللہ تعالیٰ بناتا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسانوں کے چناؤ سے ایک شخص منتخب ہو اور اسے خدا تعالیٰ کا انتخاب قرار دے دیا جائے؟ جسے اللہ تعالیٰ قائم فرماتا ہے اسے انسان تو منتخب نہیں کرتے؟ روحانی منصب تو اللہ تعالیٰ براہِ راست عطا فرماتا ہے۔

یہ جو بات کی جاتی ہے کہ روحانی منصب پر اللہ تعالیٰ براہِ راست کسی کو مامور فرماتا ہے، یہ بظاہر اور عموماً خلافت راشدہ کے ساتھ نہیں ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس بارہ میں کیا ارشاد فرمائے ہیں اور آپؐ کے بعد اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق جو خلافت راشدہ قائم ہوئی اس کی طرز کیا تھی؟ وہ کس طرح قائم ہوئی اور اس کا قیام کیوں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوا؟

قبل اس کے کہ ہم اس کے تفصیلی مطالعہ کی طرف جائیں۔ ایک الٰہی سنّت جو اللہ تعالیٰ مادّی دنیا کے مناظر میں پیش فرماتا ہے، اگر اسے زیرِ غور لائیں اور اس الٰہی سنّت یا الٰہی تقدیر کے عمل کو سمجھ لیا جائے تو خلافت کے الٰہی نظامِ قیام کی بھی سمجھ آجاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ (الشوریٰ:50)

ترجمہ: وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔

اس کی یہ عطا قابل غور ہے کہ وہ کس طرح اولاد عطا کرتا ہے؟ حالانکہ یہ مادی عطائیں ہیں جو انسان کے اعمال کا نتیجہ ہیں مگر عطاء اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح جتا کر پوچھتا ہے کہ

اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ ﴿۶۴﴾ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴿۶۵﴾ (الواقعۃ:64-65)

ترجمہ: اس کو تو دیکھو جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو۔ کیا یہ تم بوتے ہو یا ہم بونے والے ہیں۔

چنانچہ مادی زندگی اور مادی چیزوں کی یہ مثالیں جب اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے اور ان کو صرف اپنی طرف ہی منسوب کرتا ہے تو کیا روحانی زندگی کے معاملات، قوانین اور رونما ہونے والے واقعات میں اسی سنّتِ الٰہیہ کا کوئی دخل نہیں ہے؟ جو شخص یہ سوال کرتا ہے کہ انسانوں کا منتخب شدہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کس طرح ہوسکتا ہے، کیا اس کے پاس اپنے اس سوال کے پیش نظر مذکورہ بالا مادی اور دنیوی مثالوں کی تکذیب کا بھی کوئی جواز موجود ہے؟

اسی تسلسل میں روحانی نظام کی مثال بھی ملاحظہ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں جب مٹھی بھر کنکریاں دشمن پر پھینکی تھیں۔ اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (الانفال: 18)

ترجمہ: وہ کنکریاں تونے نہیں، ہم نے ماری تھیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پھینکی ہوئی کنکریاں اللہ تعالیٰ نے کس طرح پھینک دیں؟ اسی طرح بیعت کے وقت بیعت کنندگان کے ہاتھ پر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے

یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ (الفتح:11)

اور پھر وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء:81)

ترجمہ: جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔

یہ سب کچھ کس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوجاتا ہے۔ یہ سب حقیقتیں سمجھ لی جائیں تو یہ بھی سمجھ آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے انتخاب کو کس طرح اپنا انتخاب قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ ہم ہی انہیں خلیفہ بنائیں گے۔

الغرض یہاں یہ پہلو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کی پیدائش کا معاملہ ہو یا کھیتی اگانے کا، ان کے لئے صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح ایک بانجھ مرد یا عورت بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور سیم زدہ یا بنجر زمین کھیتی اگانے کی صلاحیت نہیں رکھتی اسی طرح نبوّت کے ذریعہ قائم شدہ جماعت جو ایمان اور عمل صالح کی صلاحیت والی نہیں ہوتی، اس میں اللہ تعالیٰ کی خلافت کا قیام بھی ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے منکروں میں اس کا قیام ناممکن ہے۔ قرآن کریم میں یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ صلاحیّت والے مومنوں میں خلافت قائم کرتا ہے۔

تجزیاتی منظر

اللہ تعالیٰ جب لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فرماتا ہے تو یہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ خود خلافت قائم کرے گا۔ یعنی خلیفہ بنانا اس کا کام ہے، کسی دوسرے ذریعہ سے اس کا قیام ممکن نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ خلافت وہ خود قائم کرے گا یا وہ خود خلیفہ مقرر فرمائے گا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ وہ کس طرح خلیفہ بناتا ہے یا خلافت کا قیام کس طرح خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے؟ اور وہ کون سے عوامل یا وجوہات ہیں جن کی بناء پر ہم اس عقیدہ پر قائم ہوتے ہیں کہ واقعةً خلیفہ بنانا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے جب ہم خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کو دیکھتے ہیں تو اس کے حسب ذیل رُخ ہمارے سامنے آتے ہیں کہ

1: بحیثیتِ بشر خلیفہ ایک انسان ہوتا ہے اور ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے ہی بنایا ہے۔ کائنات اور دنیا کی تمام مخلوقات، مثلاً انسان، حیوان، چرند، پرند، نباتات، جمادات، مٹی، پانی، آگ، ہوا، سورج، چاند، ستارے وغیرہ وغیرہ کی طرح انسان بھی خدا تعالیٰ ہی کی تخلیق ہے۔ لہٰذا خلیفہ بھی ایک انسان ہے جسے خدا تعالیٰ نے عام انسانوں کی طرح بنایا ہے۔ یعنی جسمانی اور بشری تخلیق کے اعتبار سے دیگر انسانوں میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر یہ سب کچھ ایسا ہے تو پھر ہم امتیازی طریق پر یہ کیوں کہتے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے؟

2: پھر یہ رخ سامنے آتا ہے کہ خلافت ایک منصب ہے۔ اس پہلو سے جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے مختلف منصب بھی خدا تعالیٰ ہی کی عطا ہوتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ

عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا (المائدہ:21)

ترجمہ: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہارے درمیان انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔

اور تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ (آل عمران:27)

کہ اللہ جسے چاہتا ہے، فرمانروائی عطا کرتا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ بادشاہت بھی خدا تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی صفات بھی خدا تعالیٰ ہی کی عطا ہیں۔ وہی کسی کو انتظامی صلاحیّت اور اختیارات ودیعت کرکے اسے دوسروں کا انتظام و انصرام عطا کرتا ہے۔ عام انسان خدا تعالیٰ کی عطا کردہ صفات کے مدّنظر اپنے ہر منصب کو محض خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا قرار دے کر اس کے فضلوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ مثلاً ایک سائنسدان کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ سائنسدان بنا ہے۔ کوئی ڈاکٹر ہو یا افسر، وہ یہی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ مقام عطا کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یعنی انسان کو ہر خوبی، توفیق اور منصب خدا تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اور ان صفات کی بناء پر اسے کوئی منصب نصیب ہوتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ ہی کی عطا ہوتا ہے۔ وہ کسی کو بادشاہ بناکر فرمانروائی عطا کرتا ہے تو کسی کو وزیر بنا دیتا ہے۔ کسی کو اموال میں کثرت عطا کرکے اسے دوسروں پر فضیلت بخشتا ہے تو کسی کو تجارتوں، جائیدادوں اور جاگیروں کا مالک بنا کر اسے معاشرہ میں مالی لحاظ سے بلند مقام نصیب فرماتا ہے۔ قرآن کریم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہر نعمت اور فضیلت جو انسان کو عطا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اگر اسی طرح خلافت کا قیام خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اس زاویہ سے بھی اس کی انسانوں کے دیگر منصبوں، فضیلتوں اور عطاؤں پر بظاہر کوئی امتیازی حیثیت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم خاص طور پر یہ کیوں کہتے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے؟

3: تیسری صورت یہ ہے کہ اگر خلافت کو ایک صفت قرار دیا جائے۔ اس صورت میں بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ تمام انسانوں کو ہر قسم کی صفات کی عطا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب ہوتی ہے۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی خاص صفت یا وصف سے نوازا ہوتا ہے۔ دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر صفات کا حامل انسان پایا جاتا ہے۔ اگر عملاً ایسا ہے تو پھر ہم خاص طور پر خلیفہ کے لئے یہ کیوں کہتے ہیں کہ اسے

خدا تعالیٰ نے بنایا ہے یا قائم کیا ہے؟

یہ تین پہلو ہیں جو اس مسئلہ پر تجزیاتی بحث کے متقاضی ہیں۔ان کے صحیح اور درست منظر کھل جائیں تو اس اعتقاد،عقیدہ اور ایمان پر تسلّی ہوتی ہے کہ خلافت کو اللہ تعالیٰ ہی قائم فرماتا ہے اور خلیفہ بھی اس کے سوا اور کوئی نہیں بنا سکتا۔

• جہاںتک پہلی بات کا تعلق ہے تو اس پہلو سے خلیفہ بحیثیت بشر اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف:111)ہی کا مصداق ہے۔یعنی وہ تخلیق کے لحاظ سے عام انسانوں میں سے ایک انسان ہی ہوتا ہے۔اور بشریت کے لحاظ سے دیگر انسانوں سے کوئی الگ یا مافوق البشری حیثیت نہیں رکھتا۔مگر ایک پہلو سے وہ لازماً ممتاز ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور تائید ونصرت کے ساتھ دیگر برکاتِ الٰہیہ کا مورد ہوتا ہے۔اس کا یہ امتیاز نبوّت کی نیابت کی وجہ سے ہوتا ہے۔لہٰذا خلیفہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا انتخاب قرار پاتا ہے۔

• دوسرے پہلو کا جواب یہ ہے کہ دیگر سب منصب اور فضیلتیں ایسی ہیں جن کو ختم کرنے کا اختیار خود اس شخص کو بھی ہوتا ہے جو اس کا حامل ہے یا پھر دوسرے بھی اس سے وہ منصب یا فضیلت واپس لینے کا اختیار رکھتے ہیں۔مادی دنیا کے منصبوں میں ایسا ہوتا ہے۔مگر روحانی دنیا میں جب ہم خلافت کو ایک منصب قرار دے کر کہتے ہیں کہ یہ منصب خدا تعالیٰ نبوّت کے ظلّ میں اور اس کی نیابت میں اسے عطا کرتا ہے تو اس وجہ سے کوئی دوسرا اس سے یہ منصب واپس لینے کی طاقت نہیں رکھتا۔نہ ہی وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ راشد بنایا ہو خود اس عطا کو واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔یہ ایسا اصول ہے جس کو انتہائی واضح رنگ میں حضرت عثمانؓ نے امّت کے سامنے ایک قانون اور اصول کے طور پر پیش فرمایا ہے۔چنانچہ آپؓ نے منافقین کی طرف سے معزولی کے گمراہ کن مطالبہ کو انتہائی استقلال سے ردّ کیا اور فرمایا:

’’مَاكُنْتُ لِاَخْلَعَ سِرْبَالًا سِرْبَلَنِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى‘‘

(تاریخ الطبری ذکر الخبر عن قتل عثمانؓ۔ 35ھ)

کہ میں وہ لباس کس طرح اتار سکتا ہوں جو خود اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے۔اسی طرح دورِ آخرین میں حضرت حکیم نور الدّین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی بڑی تحدّی کے ساتھ اسی مذکورہ بالا سچائی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

’’مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے.....خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کرسکتی۔

خدا تعالیٰ نے معزول کرنا ہوگا تو مجھے موت دے گا۔تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کردو تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔‘‘

(الحکم 21 جنوری 1914ء)

پس خلافتِ راشدہ کی یہ ایک ایسی امتیازی خصوصیّت ہے جو اس منصب کو دیگر تمام منصبوں اور فضیلتوں سے اس وجہ سے ممتاز کرتی ہے کہ کوئی اس سے یہ عطا واپس نہیں لے سکتا۔یہ ایک بنیاد ہے جس کی وجہ سے خلیفہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا انتخاب قرار پاتا ہے۔

• جہاںتک تیسرے پہلو کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صفت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ خلیفہ کے اندر اپنی خاص عطا سے وہ صفات رکھ دیتا ہے جن کی نشاندہی اس نے بنیادی طور پر آیتِ استخلاف میں کی ہے مثلاً وہ حصارِ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی سند ہے۔وہ تمکنتِ دین اور استحکامِ اسلام کا ذریعہ ہے۔وہ امن کی ضمانت ہے۔وہ عبادت کے قیام اور شرک سے بچاؤ کی سبیل ہے۔اطاعتِ رسولؐ، قیامِ صلوٰۃ، ایتاءِ زکوٰۃ اور رحمتِ خداوندی کا امین ہے۔وہ باطل کے مقابلہ پر سپر ہے۔وغیرہ، وہ علامات ہیں جو آیتِ استخلاف اور اس سے منسلک آیات سے ماخوذ ہیں۔علاوہ ازیں اس کی دیگر صفات جو مختلف ماٰخذوں سے معلوم ہوتی ہیں، یہ ہیں کہ وہ انوار و برکاتِ نبوّت کا عکّاس ہے۔وہ وجہِ یکجہتی و اتّحاد ہے۔وہ مومنوں کا محبوب و مطاع ہے۔وہ قلوبِ مومنین پر نزولِ ملائکہ کا سبب ہے۔وہ تائید خداوندی کا مورد ہے۔وہ تجدیدِ دین کا ذمہ دار ہے اور قبولیّتِ دعا کا وسیلہ ہے وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی خاص عطا سے یہ ایسی غیر معمولی اور ممتاز صفات ہیں جن سے ایک خلیفۂ راشد متّصف ومزیّن ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ صفات نہ انسان اپنی جدوجہد، مجاہدوں اور ریاضتوں سے حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ انہیں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور سرچشمہ سے پا سکتا ہے مثلاً فرشتوں کا بھیجنا صرف اور صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔اور وہ نبی کے بعد خلیفۂ راشد کے ذریعہ مومنوں پر اترتے ہیں۔جیسا کہ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف منافق اٹھے تو حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے انہیں تنبیہ کی کہ خلافت کا وجود تائید وعونِ ملائکہ کا سبب ہے۔فرمایا:

’’اگر تم نے (حضرت عثمانؓ) کو قتل کیا تو وہ تلوار جو اس وقت نیام میں ہے، بے نیام ہوجائے گی اور پھر وہ قیامت تک نیام میں نہ جاسکے گی۔اگر تم نے (حضرت عثمانؓ) کو قتل کیا (اور خلافت کو پامال کرنے کی کوشش کی) تو یاد رکھنا کہ مدینہ جس کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھیرے ہوئے ہیں وہ مدینہ چھوڑ جائیں گے۔‘‘

(طبری ذکر الخبر عن قتل عثمان بن عفانؓ۔35ھ)

اسی طرح دعاؤں کا سننا اور انہیں قبولیت کا شرف بخشنا بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اور وہ خلیفۂ راشد کی دعائیں بھی امتیازی طور پر قبول فرماتا ہے اور اس کے وسیلہ سے مومنوں کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیّت بخشتا ہے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصبِ خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دُعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔‘‘

(منصبِ خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 32)

اسی طرح خدا تعالیٰ جسے اپنا خلیفہ بناتا ہے اسے ایک اور امتیازی صفت بھی عطا کی جاتی ہے جو بغیر خدا تعالیٰ کے انتخاب، اصطفاء اور اس کی عطا کے ممکن ہی نہیں اور وہ یہ ہے کہ اس کے دل پر حق کی خاص تجلّی ہوتی ہے۔اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 229-230)

علیٰ ہٰذا القیاس بعض خاص صفات میں خلیفہ راشد دیگر افرادِ امّت سے جو مختلف صفاتِ حسنہ سے متصف ہوتے ہیں،اللہ تعالیٰ کی جناب سے عطا کردہ الگ شان اور امتیازی مقام رکھتا ہے۔لیکن یہ ایک الگ بحث ہے اور دنیا میں ایسی نظیریں موجود ہیں کہ غیر نبی کو بعض صلاحیتوں یا صفات میں نبی پر فضیلت ہوسکتی ہے یا غیر خلیفہ کو خلیفۂ راشد پر۔مگر جزوی فضیلت بہرحال ایک جزوی بات ہے۔اس کی وجہ سے کسی کا نبی یا خلیفہ سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

خلافت صفاتِ الٰہیہ اور صفاتِ حسنہ کے آئینہ میں

یہ بھی ایک اصولی بات ہے کہ خلیفۂ راشد کی یہ الگ شان اور اس کا یہ امتیازی مقام اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ صفاتِ الٰہیہ اور تمام انسانی صفاتِ حسنہ میں اس دور کے جملہ انسانوں کے مقابل پر ایک جامعیت اور مکمل توازن رکھتا ہے۔صفات حسنہ میں مکمل توازن عطا کرنا سوائے خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے کسی اور کا کام نہیں ہے۔صفات کا یہ مجموعی توازن اس کے اندر وہ خاصیّت پیدا کردیتا ہے کہ وہ دوسروں کی نسبت خدا تعالیٰ کی صفات کے قریب ترین وجود ہو جاتا ہے۔پس وہی ہے جو نبوّت کے بعد خدا تعالیٰ کی جملہ صفات کا سب سے زیادہ مظہر بن جاتا ہے۔چنانچہ خدا تعالیٰ کی نظرِ انتخاب اس کو چن لیتی ہے لہٰذا اس کا انتخاب خدائی انتخاب قرار پاتا ہے۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’جب کسی کو خدا خلیفہ بناتا ہے تو اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔اگر وہ اسے اپنی صفات نہیں بخشتا تو خدا تعالیٰ کے خلیفہ بنانے کے معنی ہی کیا ہیں۔‘‘

(الفرقان، مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

جہاںتک صفات حسنہ کے اجتماع اور ان میں توازن کی خصوصیّت کا تعلق ہے،حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’جو خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اس میں دیکھا جاتا ہے کہ اس نے کل خیالات کو جمع کرنا ہے۔اس کی مجموعی حیثیت کو دیکھا جاوے۔ممکن ہے کسی ایک بات میں دوسرا شخص اس سے بڑھ کر ہو۔ایک مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر کے لئے صرف یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ پڑھاتا اچھا ہے کہ نہیں یا اعلیٰ ڈگری پاس ہے یا نہیں، ممکن ہے کہ اس کے ماتحت اس سے بھی اعلیٰ ڈگری یافتہ ہوں۔اس نے انتظام کرنا ہے،افسروں سے معاملہ کرنا ہے،ماتحتوں سے سلوک کرنا ہے،یہ سب باتیں اس میں دیکھی جاویں گی۔اسی طرح سے خدا کی طرف سے جو خلیفہ ہوگا اس کی مجموعی حیثیت کو دیکھا جاوے گا۔خالد بن ولیدؓ جیسی تلوار کس نے چلائی؟ مگر خلیفہ ابوبکرؓ ہوئے۔آج اگر کوئی کہتا ہے کہ یورپ میں میری قلم کی دھاک مچی ہوئی ہے تو وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا۔خلیفہ وہی ہے جسے خدا نے بنایا۔خدا نے جس کو چن لیا اُس کو چن لیا۔خالد بن ولیدؓ نے 60 آدمیوں کے ہمراہ 60ہزار آدمیوں پر فتح پائی۔عمرؓ نے ایسا نہیں کیا۔مگر خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوئے۔حضرت عثمانؓ کے وقت میں بڑے جنگی سپہ سالار موجود تھے،ایک سے ایک بڑھ کر جنگی قابلیت رکھنے

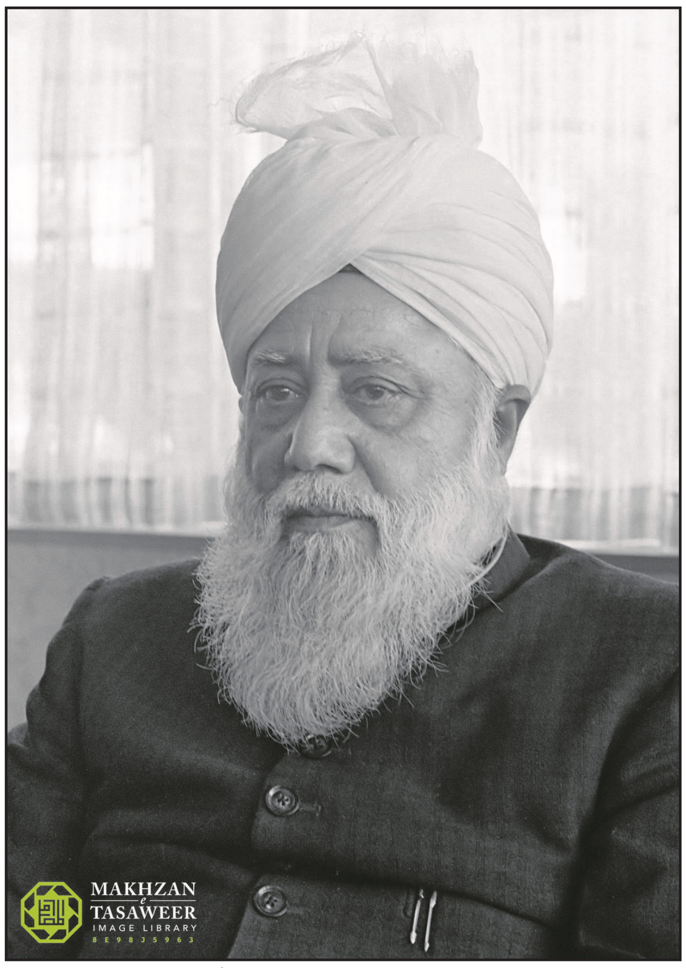

والا ان میں موجود تھا۔ سارے جہاں کو اس نے فتح کیا، مگر خلیفہ عثمانؓ ہی ہوئے۔ پھر کوئی تیز مزاج ہوتا ہے، کوئی نرم مزاج، کوئی متواضع، کوئی منکسر المزاج ہوتے ہیں، ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنا ہوتا ہے جس کو وہی سمجھتا ہے جس کو معاملات پیش آتے ہیں۔''

(خطباتِ محمود جلد 4 صفحہ 72-73 بحوالہ خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 345-346)

تائید و رضائے الٰہی

اس انتخاب الٰہیہ کا منطقی اور واقعاتی نتیجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس انتخاب کو تنہا نہیں رہنے دیتا۔ وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور علیٰ منہاج النبوہ اس کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا امتیازی سلوک ہوتا ہے جس کا اعلان وہ ان الفاظ میں فرماتا ہے کہ

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ۔ (المومن: 52)

ترجمہ: یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے، اس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے کئے جائیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''خدا جسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اپنی جناب سے مؤید و منصور کرتا ہے۔''

(درس القرآن صفحہ 572)

خلیفہ راشد رسول تو نہیں، مگر خدا تعالیٰ چونکہ اسے ظلّی طور پر انوار و برکاتِ رسالت سے مزین کرتا ہے اور اسے نبوّت کے کمالات کا مظہر بناتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا وہی سلوک ہوتا ہے جس کا وعدہ وہ اپنے نبی کے ساتھ کرتا ہے۔ یہی خلافت علیٰ منہاج النبوہ ہے اور یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے جو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ کو خالصۃً خدا تعالیٰ کا انتخاب ثابت کرتی ہے۔ نبوّت کے ساتھ کئے گئے اس وعدہ کو خدا تعالیٰ اس طرح پورا فرماتا ہے کہ اپنے قائم کردہ خلیفہ کی نبوّت کے اظلال کے طور پر خود تائید و نصرت فرماتا ہے۔ نہ صرف اس خلیفہ پر بلکہ وہ اس پر ایمان رکھنے والے مومنوں پر بھی اپنی تائید و نصرت کا سائبان تان دیتا ہے۔ یہ ایک ایسی الگ اور نمایاں شان ہے جو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ کو عطا ہوتی ہے۔ اس بناء پر ایسا انتخاب خدا تعالیٰ کا انتخاب قرار پاتا ہے۔ اور حتمی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔

اس الٰہی انتخاب کی ایک مثال حضرت علیؓ نے بھی فراہم فرمائی۔ آپؓ نے امیر معاویہؓ کو اپنی خلافت کی دلیل دیتے ہوئے لکھا:

اِنَّہٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْھُمْ عَلَیْہِ

کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور انہی بنیادوں اور اصولوں پر کی ہے جن پر ان تینوں کی بیعت کی تھی۔ اور آگے فرمایا:

فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمُّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِكَ لِلّٰہِ رِضًی کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر کسی ایک شخص کے ہاتھ پر جمع ہو جاتے ہیں اور اسے اپنا امام تسلیم کر لیتے ہیں تو خدا کی رضا اُس (امام) کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

(نہج البلاغہ مشہدی صفحہ 188 من کتاب لہٗ الی معاویہ و نہج البلاغہ جلد 2 صفحہ 7 مطبوعہ مصر)

یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان، اعمالِ صالحہ اور اپنے تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے اس معیار پر قائم ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مرضی، خدا تعالیٰ کی رضا اور خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا وعدہ ان میں پورا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ رضا اس کی طرف سے ان کے انتخاب کی تصدیق ہے۔ ان کے چنے ہوئے امام کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کی رضا شامل حال ہو جاتی ہے۔

رضائے الٰہی وہ امتیازی نشان ہے جسے کوئی شخص اپنی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر وہ تائید و نصرتِ الٰہی ہے جو خدا تعالیٰ اپنے قائم کردہ خلیفہ کو عطا کرتا ہے۔ یہ وہ موہبت ہے جو خاص طور پر نبوّت کے ساتھ مخصوص ہے۔ خلیفہ راشد چونکہ ظلّی طور پر انوارِ رسالت اور برکاتِ نبوّت کا حامل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے شامل حال بھی اللہ تعالیٰ کے وہی وعدے ہوتے ہیں جو ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں کہ

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ: 22) کہ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اور

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا.....(المومن: 52) کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے، اس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے کئے جائیں گے۔

دراصل یہی وہ امتیازات ہیں جو خلیفہ راشد کو ہر دوسرے صاحبِ منصب اور صاحبِ صفات شخص سے ممتاز کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ یہ امتیازی نشان کسی ایسے شخص کو نصیب نہیں ہوتے، جسے خدا تعالیٰ قائم نہیں کرتا خواہ اسے دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی خلیفہ قرار دے دیں۔ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی اپنی رضا نہ ہو وہ ان لوگوں کے مقرر کردہ ایسے فرد کی تائید کرنے کا کس طرح پابند ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سارا عالم اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے۔ وہ نہیں بنا سکتے کیونکہ خلیفہ کا تعلق خدا کی پسند سے ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 2 اپریل 1993ء)

اظہارِ تقدیر

خدا تعالیٰ خود خلیفہ بناتا ہے، اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ جس شخص کا برائے خلیفہ انتخاب کرتا ہے، وہ اس کے بارہ میں دنیا میں کئی طریق پر اپنی اس تقدیر کا قبل از وقت اظہار بھی کر دیتا ہے۔ پھر اس کی اس تقدیر کے آگے کوئی روک نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپؐ کا خیال تھا کہ ان کے بارہ میں وصیّت لکھ دیتے مگر اس لئے نہیں لکھی کہ ان کے علاوہ اگر بعض لوگ کسی اور کو منتخب کرنا بھی چاہیں گے تو خدا تعالیٰ بھی ان کے اس انتخاب کا انکار کر دے گا اور مومن بھی اس کا انکار کر دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر جس تقدیر کو کھولا تھا وہ بالآخر اسی طرح نافذ ہو کر رہی۔ اسی طریق پر اللہ تعالیٰ اپنے ہونے والے دیگر خلفاء کے بارہ میں پہلے سے ہی لوگوں کو کوئی طریق سے آگاہ کر دیتا ہے۔

اِس دور میں جماعت احمدیہ نے خدا تعالیٰ کی اس تقدیر کے بکثرت ایسے جلوے دیکھے ہیں کہ آئندہ ہونے والے خلیفہ کے بارہ میں اس نے کئی لوگوں کو رؤیا و کشوف کے ذریعہ مطلع فرمایا۔ اس کے علاوہ اس کی ایک غیر معمولی تجلّی یہ بھی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے بعد قائم ہونے والے خلیفہ کا گو اپنی زندگی کے آخری دور میں نام بھی تحریر کر دیا تھا مگر ایک عرصہ پہلے ایک عجیب طرز پر نشاندہی بھی فرمائی تھی جس کو لازماً اس دور کے اصحاب بصیرت تو واضح طور پر سمجھ گئے تھے مگر جن کے لئے ابتلا مقدّر تھا وہ اپنے ابتلا میں سرگرداں رہے اور اس ''خاص مصلحت اور خالص بھلائی'' سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ وہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 14 جنوری 1910ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں تصوّف کے مضمون کو بیان فرمایا۔ اس کے بالکل آخر میں حسب ذیل بات کہہ کے خطبہ ختم فرمایا کہ

''ایک نکتہ قابلِ یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رُک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبّت ہے۔ 78 برس تک انہوں نے خلافت کی۔ 22 برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔''

(خطباتِ نور صفحہ 453 مطبوعہ نظارت اشاعت قادیان ایڈیشن 2003ء)

اس میں ''خاص مصلحت اور خالص بھلائی'' کیا تھی؟ غور فرمائیں۔

1: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدّین محمود احمدؓ کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔

2: خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو آپؓ سے محبّت بھی بہت تھی۔ آپؓ کی ولادت باسعادت 12 جنوری 1889ء کو ہوئی۔

3: جنوری 1910ء میں اس خطبہ کے وقت آپؓ کی عمر عین 22 سال تھی۔ لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا اپنے خطبہ میں حضرت خواجہ سلیمانؒ کی 22 سال کی عمر کا ذکر کرنا ایک واضح اشارہ تھا۔

4: پھر 78 برس تک ان کا خلافت کرنا، ایک حیرت انگیز اظہار تھا جو سوائے خاص مصلحتِ الٰہی اور علمِ الٰہی کے ممکن نہ تھا۔ کیونکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدّین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی اتنی ہی عمر تک خلافت کی۔ آپؓ کی عمر شمسی لحاظ سے 76 سال 8 ماہ اور 27 دن تھی جبکہ قمری اعتبار سے 78 سال بنتی تھی۔ یہ ایسی بات تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 1910ء میں کہی مگر آگے جا کر خدا تعالیٰ نے اسے 1965ء تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو 78 سال عمر دے کر یہ پیش خبری قطعی طور پر پوری تفصیلات کے ساتھ ظاہر اور ثابت فرمائی۔ پس یہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے کہ جسے وہ چاہتا ہے اپنا خلیفہ بناتا ہے اور اس نے جس کو خلیفہ قائم کرنا ہوتا ہے، اس کی خوشبو خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے چار سو بکھیر دیتا ہے۔

''خلیفہ خدا تعالیٰ بناتا ہے'' ایک لطیف تمثیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بحث کو ایک لطیف مثال کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''لکھا ہے کہ ایک بزرگ جب فوت ہوئے تو انہوں نے کہا کہ

جب تم مجھے دفن کر چکو تو وہاں ایک سبز چڑیا آئے گی۔جس کے سر پر وہ چڑیا بیٹھے،وہی میرا خلیفہ ہوگا۔جب وہ اس کو دفن کر چکے تو اس انتظار میں بیٹھے کہ وہ چڑیا کب آتی ہے اور کس کے سر پر بیٹھتی ہے؟بڑے بڑے پرانے مرید جو تھے ان کے دل میں خیال گزرا کہ چڑیا ہمارے سر پر بیٹھے گی۔تھوڑی ہی دیر میں ایک چڑیا ظاہر ہوئی اور وہ ایک بقّال(سبزی فروش۔ناقل) کے سر پر آ بیٹھی جو اتّفاق سے شریک جنازہ ہوگیا تھا۔تب وہ سب حیران ہوئے لیکن اپنے مرشد کے قول کے مطابق اس کو لے گئے اور اس کو اپنے پیر کا خلیفہ بنایا۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 407)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش فرمودہ یہ مثال خدا تعالیٰ کی خلافت کے قیام کے بارہ میں غیرمعمولی عرفان کے دروازے کھولتی ہے۔یہ خدا تعالیٰ کا انتخاب ہے جو ایک سبز چڑیا کی مثال میں ظاہر کیا گیا ہے۔یہ چڑیا صرف اس شخص کے سر پر بیٹھتی ہے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک اس منصب کا اہل ہوتا ہے۔ایسے موقعوں پر بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ خود کو اس منصب کا اہل سمجھ رہے ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے سوا اس جماعت کو چلانے والا کوئی نہیں ہے۔یہ لوگ دراصل خلافت کے بارہ میں ایمان کی بنیادی کڑی کو چھوڑ رہے ہوتے ہیں اور سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ خلیفہ نہیں بناتا بلکہ وہ خود بہتر سمجھتے ہیں کہ خلیفہ کون ہو یا اسے کیسا ہونا چاہئے۔اسی طرح بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے خیال،علم اور معلومات کے مطابق کسی اور کو اس کا اہل سمجھ رہے ہوتے ہیں اور ان کی نظریں اس پر لگی ہوتی ہیں۔وہ اپنے دل کی عقیدت و وفا کو اس کے ساتھ وابستہ کر رہے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان دونوں قسم کے لوگوں کی مرضی پر اپنی مرضی کو نافذ کرتا ہے۔کیونکہ اس کے نزدیک اس منصب کا اہل کوئی اور ہوتا ہے۔چونکہ یہ خلافت خدا تعالیٰ کی خلافت ہے،اس لئے اس کا قیام خدا تعالیٰ خود اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور لوگوں کے خیالات کے برعکس اس ''چڑیا'' کو اس شخص کے سر پر بیٹھنے کا حکم دیتا ہے جو اس کے نزدیک خلافت کے منصب کا حقیقی اہل ہوتا ہے۔چنانچہ اُس جماعت کے بعض لوگوں کے علَی الرغم وہ ''چڑیا'' اُس شخص کے سر پر بیٹھ جاتی ہے جو دراصل خدا تعالیٰ کا چنا ہوا خاص شخص اور خلیفہ ہوتا ہے۔جس کے دل میں وہ حق ڈالتا ہے۔

اس تمثیل کے عملی نظارے

یہ ''سبز چڑیا'' کیا ہے؟ یہ دراصل خدا تعالیٰ کی مرضی ہے جو انتخاب کرنے والے افراد کے دلوں پر بیٹھتی ہے اور انہیں اس شخص کی طرف مائل کرتی ہے۔وہ ان کے سروں پر بیٹھتی ہے اور صرف ان کی عقلوں ہی کو قائل نہیں کرتی بلکہ ان کے دلوں کو بھی مائل کرتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہم آہنگ اپنا ہاتھ اس شخص کے لئے کھڑا کریں جس کو خدا تعالیٰ خود قائم کرنا چاہتا ہے۔اس قانونِ الٰہی کو سمجھاتے ہوئے ہمارے آقا و مولیٰ،سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ بیان فرماتے ہیں:

''لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ وَ ابْنِهِ وَ أَعْهَدَ أَنْ يَّقُوْلَ الْقَآئِلُوْنَ أَوْ يَتَمَنّٰى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللّٰهُ وَ يَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ''

(بخاری کتاب المرضیٰ باب قول المریض انّی وجع وارأساہ)

کہ میں نے ایک دفعہ ارادہ کیا تھا کہ ابوبکرؓ اور آپؓ کے بیٹے کو بلاؤں اور خلافت کی وصیّت لکھ دوں تاکہ باتیں بنانے والے باتیں نہ بنا سکیں اور اس کی تمنّا کرنے والے اس کی خواہش نہ کریں۔پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ لازماً (ابوبکرؓ کے علاوہ کسی بھی دوسرے کا) انکار کر دے گا اور مومن بھی اسے ضرور ردّ کر دیں گے۔

آنحضرت ﷺ کا یہ قول اس قانونِ خداوندی اور عقیدہ اسلام کا روشن ترین اظہار ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔یہ ''چڑیا'' اسی کے سر پر بیٹھتی ہے جس پر بیٹھنے کا خدا تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے۔آنحضرت ﷺ کے بعد اسی مرضیٔ خدا کے مطابق حضرت ابوبکرؓ بھی خلیفہ بنے اور آپؓ کے بعد دیگر خلفاءؓ بھی۔پھر دَورِ آخرین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ قائم ہوئی تو ہر خلیفہ کا انتخاب اسی قانون خداوندی کے مطابق عمل میں آیا۔

دَورِ آخرین میں اس کی ایک غیرمعمولی مثال جو اس قانون الٰہی کو عملی رنگ میں روشن کرتی ہے،یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد جماعت میں سب سے بڑا سوال خلیفۂ ثانی کے انتخاب کا تھا۔اس وقت یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب (جو بعد میں لاہوری جماعت کے امیر بنے) یہ کوشش کرنے لگے کہ فی الحال جماعت کسی ایک خلیفہ کے ہاتھ پر جمع نہ ہو بلکہ کچھ عرصہ انتظار کر لیا جائے اور جب جماعت اچھی طرح سوچ لے تو پھر اس بارہ میں کوئی اقدام کیا جائے۔اس بارہ میں وہ اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی علالت کے ایّام میں ہی تگ و دَو کرتے رہے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری ہونے کی وجہ سے انجمن کو جماعت کا نگران بنانے کی کوشش میں تھے۔چونکہ وہ صدر انجمن کے سیکرٹری تھے اس لئے ظاہر تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد وہ خود ہی جماعت کے نگران متصور ہوں گے۔یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تمثیل کے آئینہ میں ''بڑے بڑے پرانے مرید جو تھے ان کے دل میں خیال گزرا کہ چڑیا ہمارے سر پر بیٹھے گی۔'' لیکن حالات ایسے ہو گئے تھے کہ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ اگر یہ فیصلہ اب ہوا تو یہ چڑیا ان کے سر پر نہیں بیٹھے گی۔اس لئے انہوں نے یہ ترکیب سوچی کہ خلیفہ کے انتخاب کو معرضِ تاخیر میں ڈال کر کسی طرح ''چڑیا'' کو قابو کرنا چاہئے۔مگر یہ حقیقت ان سے اوجھل رہی کہ خدا تعالیٰ کے کاموں پر کسی کو اختیار نہیں ہوسکتا۔اس کی مرضی کو کوئی قابو نہیں کرسکتا۔چنانچہ اکابر صحابہؓ،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلِ بیت اور جماعت کی اکثریت،سب اس عقیدہ کے حامل تھے کہ جلد از جلد خلیفہ کا انتخاب ہو اور سنّت کے مطابق خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نماز جنازہ پڑھائے اور جماعت دوبارہ اسلام کے قانون کے مطابق ایک ہاتھ پر جمع ہو۔اس ماحول اور ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں:

''ظہر کے بعد میں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور ان سے اختلاف کے متعلق مشورہ طلب کیا۔بعض نے رائے دی کہ جن عقائد کو ہم حق سمجھتے ہیں،ان کی اشاعت کے لئے ہمیں پوری طرح کوشش کرنی چاہئے۔اور ضرور ہے کہ ایسا آدمی خلیفہ ہو جس سے ہمارے عقائد متفق ہوں۔مگر میں نے سب کو سمجھایا کہ اصل بات جس کا اس وقت ہمیں خیال کرنا چاہئے وہ اتفاق ہے۔خلیفہ کا ہونا ہمارے نزدیک مذہباً ضروری ہے۔پس

• اگر وہ لوگ اس امر کو تسلیم کر لیں تو پھر مناسب یہی ہے کہ اوّل تو عام رائے لی جاوے۔

اگر اس سے وہ اختلاف کریں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو۔

اور اگر یہ بھی قبول نہ کریں تو ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جاوے اور میرے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔یہ فیصلہ کر کے میں اپنے ذہن میں خوش تھا کہ اب اختلاف سے جماعت محفوظ رہے گی۔مگر خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔۔۔''

''میں باہر آیا تو مولوی محمد علی صاحب کا رقعہ مجھے ملا کہ کل والی گفتگو کے متعلق ہم پھر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔میں نے ان کو بلوا لیا۔اس وقت میرے پاس مولوی سیّد محمد احسن صاحب، خان محمد علی صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدّین صاحب موجود تھے۔مولوی صاحب بھی اپنے بعض احباب سمیت وہاں آگئے اور پھر کل کی بات شروع ہوئی۔میں نے پھر اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے متعلق آپ بحث نہ کریں۔صرف اس امر پر گفتگو ہو کہ خلیفہ کون ہو۔اور وہ اس بات پر مصر تھے کہ نہیں۔ابھی کچھ بھی نہ ہو۔کچھ عرصہ تک انتظار کیا جاوے۔سب جماعت غور کرے کہ کیا کرنا چاہئے۔پھر جو متفقہ فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جاوے۔میرا جواب وہی کل والا تھا اور پھر میں نے ان کو یہ بھی کہا کہ اگر پھر بھی اختلاف ہی رہے تو کیا ہوگا۔اگر کثرت رائے سے فیصلہ ہونا ہے تو ابھی کیوں کثرت رائے پر فیصلہ نہ ہو۔............اس وقت جماعت کو تفرقہ سے بچانے کی فکر ہونی چاہئے۔جب سلسلہ گفتگو کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا اور باہر بہت شور ہونے لگا اور جماعت کے حاضر الوقت اصحاب اس قدر جوش میں آگئے کہ دروازہ توڑے جانے کا خطرہ ہو گیا اور لوگوں نے زور دیا کہ اب ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔آپ لوگ کسی امر کو طے نہیں کرتے اور جماعت اس وقت بغیر کسی رئیس کے ہے۔تو میں نے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ بہتر ہے کہ باہر چل کر جو لوگ موجود ہیں ان سے مشورہ لے لیا جائے۔اس پر مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ آپ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کسے منتخب کریں گے۔

اس پر میں نے ان سے کہا کہ نہیں میں تو فیصلہ کر چکا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔مگر اس پر بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں۔آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا رائے ہے یعنی وہ آپ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔اس پر میں اتفاق سے مایوس ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کا منشا کچھ اور ہے۔کیونکہ باوجود اس فیصلہ کے جو میں اپنے دل میں کر چکا تھا میں نے دیکھا کہ یہ لوگ صلح کی طرف نہیں آتے اور مولوی محمد علی صاحب

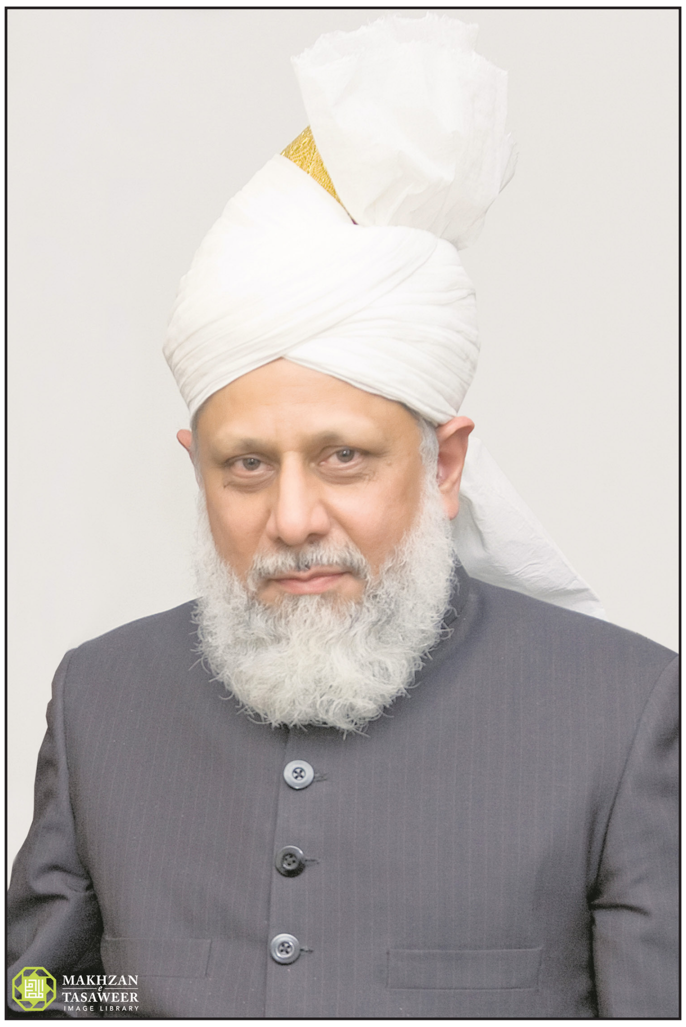

کی مخالفت خلافت سے بوجہ خلافت کے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کے خیال میں جماعت کے لوگ کسی اور کو خلیفہ بنانے پر آمادہ تھے۔‘‘

(حیات نور صفحہ 728 تا 730 مطبوعہ 1963ء پنجاب پریس وطن بلڈنگ لاہور)

یہ واقعہ تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ ہے جو واقعاتی لحاظ سے ایک ناقابلِ تردید اور قطعی ثبوت مہیّا کرتا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کی تفصیل ’’خلافتِ راشدہ‘‘(انوار العلوم جلد 15صفحہ 497تا501) میں اور اپنی تصنیف ’’اختلافاتِ سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات‘‘ (صفحہ 122تا 124 مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ) اور اپنے درس القرآن میں بھی بیان فرمائی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی میں ہی جماعت کے انتظام و انصرام اور اختیار و اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لینے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے تھے اور ایک مہم کے طور پر اپنے اخبار ’’پیغام‘‘ کے ذریعہ اور اشتہارات اور ٹریکٹوں کی اشاعت کے ساتھ مسلسل جدّ و جہد میں تھے کہ کسی طرح خلیفۂ وقت انجمن کے تحت ہو جائے۔یعنی وہ ان کے دفتر کے ماتحت ہو اور اصل اقتدار انجمن کا یعنی ان کا اپنا ہو۔ اسی کے لئے وہ خلافتِ ثانیہ کے انتخاب میں تاخیر کے لئے کوشاں تھے تا کہ جماعت کچھ عرصہ تک انجمن کے انتظام کے تحت رہنے کی عادی ہو جائے گی تو پھر خلیفہ کے انتخاب کی ضرورت نہ رہے گی۔ لہٰذا جماعت پر ان کا اقتدار قائم ہو جائے گا۔لیکن خدا تعالیٰ کی غالب تقدیر کے تحت یہ ہوا کہ عین اس وقت جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) ان کو خلیفہ بن جانے اور خود ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی پیشکش کرتے ہیں تو وہی مولوی محمد علی صاحب اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

حالانکہ یہی اُن کے لئے نادر موقع تھا کہ اگر وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس پیشکش کو قبول کر لیتے تو انہیں ان کے خوابوں کی تعبیر اور جدّ وجہد کی منزل مل جاتی اور وہ جماعت احمدیہ کے امام بن جاتے۔لیکن ایک حتمی اور فیصلہ کن گھڑی میں مولوی محمد علی صاحب کا جماعت کا امام بننے سے پہلو تہی کر جانا خدا تعالیٰ کے اس تصرّف کی پختہ ترین دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے خود خلیفہ بناتا ہے۔ اور وہ ’’سبز چڑیا‘‘ اسی کے سر پر بیٹھتی ہے جس پر بیٹھنے کا اسے اذن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جسے اللہ تعالیٰ اس کا اہل نہیں سمجھتا، لوگ سرتوڑ کوشش بھی کریں تو بھی سرلب لائے ہوئے پیالہ کو اس کے منہ سے نہیں لگا سکتے۔

الٰہی انتخاب کے منظر

سوال یہ تھا کہ انسانوں کا منتخب کردہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف کس طرح منسوب ہوتا ہے؟ اسے خدا تعالیٰ کا انتخاب کیونکر قرار دیا جاتا ہے؟ اس کا بنیادی اور تفصیلی جواب تو اوپر دیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ’’لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ‘‘ میں اس انتخاب کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔اسی طرح خلافت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی حضرت ابوبکرؓ کے بارہ میں پیشگوئی کرنے کے سلسلہ میں ارشاد کہ اللہ تعالیٰ بھی ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور شخص کا انکار کر دے گا اور مومن بھی انکار کر دیں گے۔ نیز حضرت علیؓ نے جو خط امیر معاویہ کو لکھا، اس میں انہوں نے منطقی اور واقعاتی دلیل یہ دی کہ جن لوگوں نے میری بیعت کی ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جب یہ کسی شخص کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور اسے اپنا امام مان لیں تو رضائے باری تعالیٰ اس شخص کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔یہ دلائل ناقابلِ تردید ہیں اور یہی خلافت کے قیام کے لئے انسانوں کے ووٹوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور تقدیر ہونے کے پُر ازیقین ثبوت مہیّا کرتے ہیں۔

اس تقدیر کے عملی مناظر کیا ہیں؟ ان کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت مدّنظر رکھنی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافتِ راشدہ کے قیام اور ان چار خلفائے راشدہ کی خلافت کے برحق ہونے سے کوئی شخص انکار نہیں کرتا نہ کرسکتا ہے۔لیکن وہ چار خلفاءؓ کس طرح خلیفہ بنے اور ان کا انتخاب کس طرح الٰہی انتخاب کہلایا؟ وہ مناظر یہ ہیں:

1: حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفۂ راشد اس طرح خلیفہ بنے کہ انصار کے ایک چھپّر میں وہ اس رائے پر متفق تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کا امیر انصار میں سے ہو گا۔وہاں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ تشریف لے جاتے ہیں اور تھوڑی سی گفتگو اور حضرت عمرؓ کی مختصر سی تقریر کے بعد سب نے حضرت ابوبکرؓ کی بطور خلیفۃ الرسولؐ و امیر المؤمنین بیعت کر لیتے ہیں۔اسی طرح آپؓ پہلے خلیفۂ راشد ہو گئے۔آپؓ کے اس انتخاب کو اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور اس کی رضا و مرضی قرار دیا گیا۔

یہ سوال اٹھانے والے بھی اس انتخاب کو الٰہی انتخاب ہی قرار دیتے ہیں۔اس الٰہی انتخاب سے وہ انکار کرتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔

2 : دوسرے راشد خلیفہ حضرت عمرؓ تھے۔ ان کا انتخاب بلکہ ایک پہلو سے نامزدگی اس طرح ہوئی کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی مرض الموت میں چند صحابہؓ سے مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر فرما دیا۔آپؓ کا یہ عمل یا حضرت عمرؓ کی خلافت الٰہی انتخاب اور الٰہی رضا و مرضی قرار پائی۔ اس خلافت کے برحق اور الٰہی ہونے سے سوال کرنے والے نہ انکار کرتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔

3: حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفۂ راشد تھے۔ ان کا انتخاب چھ افراد کی کمیٹی نے کیا جو حضرت عمرؓ نے ترتیب دی تھی۔اس کمیٹی کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا انتخاب قرار پایا۔اس خلافت کے برحق اور الٰہی ہونے سے سوال کرنے والے نہ انکار کرتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔

4: چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علیؓ تھے۔حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد صحابہؓ اور مومنینِ مدینہ نے حضرت علیؓ سے خلیفۃ الرسولؐ اور امیر المؤمنین بننے پر اصرار کیا مگر آپؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آپؓ امیر کی بجائے وزیر بننا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ وہ لوگ سوچ و بچار کر کے دوبارہ آپؓ کے پاس آئے اور پُر زور اصرار کیا اور ایک طرح کی زبردستی سے آپؓ کی بیعت کر لی اور آپؓ خلیفۂ راشد قرار پا گئے۔اور آپؓ کی خلافت الٰہی انتخاب کے تحت قائم شدہ خلافت قرار پائی۔ اس انتخاب کے الٰہی انتخاب ہونے سے کوئی شخص انکار نہیں کرتا نہ کرسکتا ہے۔

اس کے بعد وہ خلافت ہے جس کے آخری زمانہ میں قیام کی خبر رسول اللہ ﷺ نے خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ کے نام سے دی تھی۔یعنی یہ خلافت بھی اسی طرح خلافتِ راشدہ ہوگی جس طرح پہلے دور میں خلافت نبوّت کے معیار پر تھی۔چنانچہ اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی خلافت کا قیام اسی طریق اور منظر میں ہوا جس طرح حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا قیام ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد بغیر کسی استثناء کے سب افرادِ جماعت نے متفق ہو کر حضرت مولوی حکیم نور الدّینؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ اور امیر المؤمنین تسلیم کیا اور آپؓ کی بیعت کی۔

انتخابِ خلافت پر سوال اٹھانے والے اس خلافت کو برحق خلافت تسلیم کرتے ہیں۔کوئی اس کا انکار نہیں کرتا نہ کرسکتا ہے۔

خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد جو حالات پیدا ہوئے ان کا کچھ ذکر اوپر کی سطروں میں گزر چکا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اس طرح حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے حق میں ظاہر ہوئی کہ آپؓ مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں پر بکثرت موجود تمام لوگوں نے آپؓ کو خلیفۃ المسیح اور امیر المؤمنین قرار دے کر آپؓ کی بیعت کر لی۔

پھر ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد جماعت کی چارسُو ترقی کے پیش نظر ضرورت سمجھی گئی کہ انتخابِ خلافت کے نظام کو اس طرح منظّم اور منضبط طریق پر قائم کرنا چاہئے کہ کسی فتنہ کا دخل نہ رہے اور وعدہ الٰہی کے مطابق جماعت میں خلافت ہمیشہ قائم رہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1956ء میں اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ’’انتخاب خلافت کمیٹی‘‘ تشکیل فرمائی۔ اس میں جماعت کے مرکزی دفاتر کے سربراہ، اکابر مبلغین کرام اور جماعتوں کے سرکردہ افراد وغیرہ شامل فرمائے۔یہ ایک بڑی کمیٹی ہے جو ایمان وعملِ صالح، نیکی، تقوٰی، خشیت اللہ، ایثار اور خدمتِ اسلام میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔آیتِ استخلاف کے آئینہ میں دیکھا جائے تو اس سے بہتر کمیٹی ممکن نہیں ہے۔آپؓ نے اس کی تشکیل فرمائی اور اعلان فرمایا:

’’جب بھی انتخابِ خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چُنا جائے مَیں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چُنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو گا اور جو بھی اس کے مقابل کھڑا ہو گا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا کیونکہ ایسا خلیفہ صرف اس لئے کھڑا ہو گا کہ حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت کو پورا کرے کہ خلافتِ اسلامیہ ہمیشہ قائم رہے‘‘

(خلافتِ حقّہ اسلامیہ صفحہ 17)

پھر فرمایا:

’’پس مَیں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو..... اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکّر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔‘‘

(خلافتِ حقّہ اسلامیہ صفحہ 18)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اس اعلان کی صداقت ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہے کہ اس خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ سے جو حکومت ٹکرائی، اللہ تعالیٰ نے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔یہ اس کمیٹی کے برحق اور اس کے ذریعہ منتخبہ خلافت کے الٰہی خلافت ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے جس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کھڑی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیحؓ الثانیؓ کی وفات کے بعد خلافتِ ثالثہ کا انتخاب عمل میں آیا اور آپؒ کے بعد خلافتِ رابعہ اور خلافتِ خامسہ کا انتخاب ہوا دنیا میں ہر سُو جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد اور

بقیہ صفحہ 15 پر

انصر رضا۔ نمائندہ الفضل آن لائن کینیڈا

برکاتِ خلافت

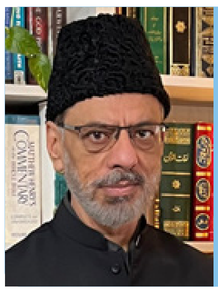

برکات خلافت گنوانے سے پہلے ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ خلافت اور خلیفہ کا کیا مطلب ہے۔ خلافت کسی پیشرو کی جانشینی کو کہتے ہیں اور خلیفہ بعد میں آنے والے یعنی جانشین کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جو کسی دوسرے شخص کی نیابت میں یا اس کی عدم موجودگی میں یا اس کی وفات کے بعد اس کے کام کو اسی طرح سے اور اسی نہج پر آگے بڑھائے جس طرح وہ شخص چاہتا ہے یا اگر خود موجود ہوتا یا زندہ ہوتا تو آگے بڑھاتا۔ قرآن کریم، احادیثِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ خلافت کی مختلف صورتیں ہیں۔ اوّلین طور پر انبیاء علیہم السلام کو اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنایا گیا۔ اس کے بعد بعض انبیاء بھی بعض کے خلیفہ بنے جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اور ایک حدیث کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاءؑ ایک دوسرے کے خلیفہ ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ غیر انبیاء بھی انبیاء کے خلفاء رہے ہیں جس طرح خلفائے راشدین آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے خلیفہ تھے مسلمان صوفیاء میں بھی ان کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے خلفاء کا تقرر کیا جاتا رہا ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پیشگوئی کے مطابق خلافتِ راشدہ کے بعد، جس میں ظاہری و روحانی دونوں خلافتیں جمع تھیں، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی روحانی خلافت شروع ہوئی اور مجدّدین آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے روحانی خلیفہ بنے۔ آخری زمانہ کیلئے مسیح موعود اور امام مہدیؑ کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنا خلیفہ قرار دیا جو کہ اس امّت کے لئے خاتم الخلفاء ہیں۔ اب کوئی خلیفہ نہیں مگر وہی جو آپؑ میں سے ہے اور آپؑ کے عہد پر قائم ہے۔ آپؑ نے اپنے بعد ایک دائمی قدرتِ ثانیہ یعنی خلافتِ احمدیہ کے قیام کی بشارت دی۔ چنانچہ یہ وہی خلافت ہے جو قیامت تک رہنے والی، مسلسل اور دائمی ہے۔ اگرچہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ خلافت راشدہ کے بعد کاٹ کھانے والی اور جور و جبر والی ملوکیت ہوگی لیکن بنوامیہ اور بنوعباس کے ادوار میں اور ان کے بعد بھی ظالم و جابر عیاش مسلمان حکمرانوں نے خود کے لئے خلیفہ کا لقب اختیار کرلیا اور اب غیر احمدیوں کے نزدیک بادشاہ اور خلیفہ ہم معنی الفاظ بن کر رہ گئے ہیں اور اب وہ مسلمان حکمرانوں کی سلطنت کے احیاء کو ہی احیائے خلافت سمجھتے ہیں۔ خلافت کے معنی سے آگاہی کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع یعنی برکاتِ خلافت کی طرف آتے ہیں اور خلافت کی بے پایاں برکات میں سے چند کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

خلافت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا اظہار ہے

آیتِ استخلاف کے مطابق خلافت ایمان اور اعمالِ صالحہ کا انعام ہے۔ یعنی خلافت اپنی ذات میں ایک انعام ہے اور انعام اُسی کو دیا جاتا ہے جس سے کوئی راضی اور خوش ہو۔ چنانچہ خلافت اللہ تعالیٰ کی مؤمنین صالحین پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا اظہار ہے۔ اس سے بڑی کیا برکت ہوسکتی ہے کہ ہمارا خدا ہم سے راضی اور خوش ہو، جس کی سب سے بڑی شہادت یہی ہے کہ ہم میں بفضلہٖ تعالیٰ و بحمدہٖ خلافت قائم ہے۔

خلافت الٰہی تعلق کے تسلسل کا نام ہے

ہم جانتے اور ایمان رکھتے ہیں کہ خلیفہ اللہ بناتا ہے۔ یہ امر نہایت بابرکت اور باعثِ مسرت ہے اور احمدیہ مسلم جماعت کی ایک امتیازی شان ہے کہ ہمارے درمیان ایک ایسا شخص نہ صرف موجود ہے، بلکہ مسلسل ہماری رہنمائی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ اور تائید یافتہ ہے۔ غیروں کے ہاں ایسا کوئی ایک بھی شخص نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اسے امامت وخلافت کی یہ قیص خدا نے پہنائی ہے۔ اس حبل اللہ کے ذریعہ افراد جماعت اللہ سے ایک مضبوط تعلق قائم کرتے ہیں اور یہی الٰہی تعلق دین کی روح، بنیادی اینٹ اور تمام برکات کا موجب ہے جس کے بغیر دین کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔

اتحاد

اسلام محض عبادات و رسومات کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کو وحدت کی ایک لڑی میں پرو کر ان میں اتحاد قائم کرنا اور انہیں ایک امّت بنانا اس کا بنیادی مقصد ہے۔ قرآن و سنّت اور احادیث کے ساتھ ساتھ علمائے سلف اس پر زور دیتے اور اس کے حصول کے لئے مسلمانوں کو وعظ و تلقین کرتے رہے ہیں۔ ان تصریحات سے یہ بات بھی واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے کہ یہ مقصد ایک متحد جماعت اور اس کے واجب الاطاعت امام کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ خلافتِ احمدیہ کی دیگر بے شمار برکات میں سے ایک بڑی برکت یہ بھی ہے کہ احمدیہ مسلم جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے روحانی، علمی، قلبی اور ذہنی اتحاد قائم ہے جس کی واحد وجہ ہمارے درمیان ایک واجب الاطاعت خلیفہ کا موجود ہونا ہے۔ جماعت اپنی تبلیغی کاوشوں کے ذریعے لوگوں کے محض عقائد ہی تبدیل نہیں کرتی بلکہ بیعت سے پہلے ایک دوسرے سے اجنبی افراد کو بیعت کے ذریعہ ایک دوسرے کے ساتھ متحد کر دیتی ہے۔ یہ اتحاد کسی ایک خطے، علاقے یا ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں احمدیہ مسلم جماعت قائم ہے اور قائم ہو رہی ہے وہاں وہاں افراد جماعت میں قدرتی اور فطری طور پر یہ اتحاد قائم ہو جاتا ہے۔

نظم

تنظیم ایک واجب الاطاعت امام کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی۔ بصورت دیگر ہر فرد اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ کے مصداق جو چاہے کہتا ہے اور کرتا رہے۔ بے شک علمی سطح اور عقل و دانش مختلف ہونے کے باعث لوگوں کی آراء مختلف ہوسکتی ہیں اور نظامِ شوریٰ کے تحت وہ پیش بھی ہوتی ہیں لیکن آخری اور حتمی فیصلہ امام جماعتِ احمدیہ کا ہی ہوتا ہے جس کے سامنے ہر فرد سرِتسلیم خم کر کے ایک منظم طریقے سے خدمتِ دین انجام دیتا ہے۔ یہ تنظیم بھی خلافت کی ہی ایک برکت ہے۔

اخوّت

اخوّت کے کئی درجے ہوتے ہیں۔ انسانی بنیادوں پر جہاں تمام اولادِ آدم یعنی ہر انسان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا؛ افراد، اقوام و قبائل کو ایک دوسرے کا بھائی کہا گیا یہاں تک کہ انبیاءؑ کو ان کی منکر و مخالف اقوام کا جن میں وہ مبعوث کئے گئے تھے، بھائی کہا گیا، ایک خاندان اور ایک ہی صُلب سے پیدا ہونے والے افراد کو ایک دوسرے کا بھائی مانا گیا، وہاں تمام مسلمانوں کو بھی ایک دوسرے کا بھائی کہا گیا ہے اور اسی بناء پر ایک دوسرے کا مال جان اور عزت کو حرام کہا گیا ہے۔ بدقسمتی سے غیر احمدیوں میں نظام خلافت نہ ہونے کے باعث جہاں اُن میں اتحاد اور نظم مفقود ہے وہاں اخوّت بھی صرف ایک زبانی کلامی بات رہ گئی ہے۔ آئے دن غیر احمدی ایک دوسرے کے مال جان اور آبرو کو شیر مادر سمجھ کر لوٹتے اور ہڑپ کرتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ احمدیہ مسلم جماعت خلافت کی برکت سے اخوّت کی اس حسین لڑی میں پروئی ہوئی ہے۔ اس عالمگیر اخوّت کا اظہار نہ صرف ہر ملک میں منعقد ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ میں بلکہ جلسہ سالانہ یوکے میں بڑی شان سے نظر آتا ہے جس میں ہر قوم رنگ نسل اور زبان کے افراد بشاشت بھرے چہروں اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔

خوف کی امن سے تبدیلی

خلافت کی برکات میں سے ایک اہم برکت یہ ہے کہ اس کے افراد من حیث الجماعت امن میں زندگی گزارتے ہیں اور جب کبھی بھی خوف کے سائے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں یا کوئی عاقبت نااندیش حکمران احمدیہ مسلم جماعت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خلافت کی برکات سے اس کی خوف کو حالت کو جلد ہی امن میں بدل دیتا ہے۔ پاکستان کے حالات کے ساتھ ساتھ 9/11 کے بعد کے حالات و واقعات بھی اس بات کی قوی شہادت دیتے ہیں کہ جہاں دنیا بھر میں عموماً اور مغربی ممالک میں خصوصاً غیر احمدیوں کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا جانے لگا اور انہیں دہشتگرد قرار دیا جانے لگا وہاں احمدی مسلمان خلافت کے حصار میں ہونے کے باعث امن و عافیت میں رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جیسا کہ اس کا وعدہ ہے کہ خلافت کا سایہ تا قیامت قائم رہے گا، ہمیں ایسے صاحب ایمان اور اعمالِ صالحہ کرنے والا بنائے رکھے جو اس انعام کے ہمیشہ مستحق اور مورد رہیں۔ آمین!

آج کی دعا

يَارَبِّ انْصُرْ عَبْدَكَ وَاخْذُلْ اَعْدَائَكَ۔ اِسْتَجِبْنِيْ يَارَبِّ اسْتَجِبْنِيْ۔ اِلَامَ يُسْتَهْزَأُبِكَ وَبِرَسُوْلِكَ۔ وَحَتَّامَ يُكَذِّبُوْنَ كِتَابَكَ وَيَسُبُّوْنَ نَبِيَّكَ۔ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ يَامُعِيْنُ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 569)

ترجمہ: اے میرے رب! اپنے بندہ کی نصرت فرما اور اپنے دشمن کو ذلیل و رسوا کر۔ اے میرے رب! میری دعا سن اور اسے قبول فرما۔ کب تک تجھ سے اور تیرے رسول سے تمسخر کیا جائے گا اور کس وقت تک یہ لوگ تیری کتاب کو جھٹلاتے اور تیرے نبی کے حق میں بدکلامی کرتے رہیں گے۔ اے ازلی ابدی، اے مددگار خدا! میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔

یہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دردو تضرع سے بھری خدا تعالیٰ کے حضور دعائے مدد و نصرت ہے۔

ہمارے بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

(مندرجہ بالا دعا) گزشتہ کچھ عرصے سے مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں یا قرآن کریم کے بارے میں یا اسلام کے بارے میں مستقل کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔ تو اس کے لئے ان دنوں میں خاص طور پر بہت دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور ان کے شر سے بچائے۔

(خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 2006ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ڈاکٹر نجم السحر صدیقی۔ جرمنی

خلافت احمدیہ اور مسلمان

قدیم سے اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جب سے اس نے انسانوں کو پیدا کیا ان کی تعلیم و تربیت اور اپنی واحدانیت کا درس دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام معبوث کرتا چلا گیا اور جب نبوت کا سلسلہ منقطع ہوا تو اس کی تعلیم کو آگے پھیلانے کے لیے خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا دور قائم رہا۔ اسی طرح آج حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کی خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔ جو ان شاءاللہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

آج دنیا کی آبادی میں مسلمان کڑوروں میں شمار ہوتے ہیں اس عددی کثرت کے ساتھ مسلمان کئی مملکتوں کے مالک ہیں۔ان کے پاس دولت کے انبار ہیں ہمہ جہتی پیداوار کے وسائل کی ایسی فراوانی ہے جن کو کام میں لا کر وہ بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔اس کے باوجود دنیا میں جس قدر بے وقعت آج مسلمان ہیں شاید ہی کوئی دوسری قوم ایسی بے وقعت ہوگی۔ آج تمام مغربی ممالک مسلمان ممالک کو لڑوا رہے ہیں۔ دنیا کے کسی مسلمان کی جان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ دنیا کی سیاست ان کو اس طرح اِدھر سے اُدھر پھینک رہی ہے جس طرح راستے کا پتھر ہو۔ آج جس قدر مسلمان فرقہ بندیوں میں بٹ چکے ہیں تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ دنیا کی باقی قومیں کسی نہ کسی طرح جمع ہو جائیں گی لیکن اگر جمع نہ ہو سکیں گے تو وہ یہ مسلمان ہیں۔ حالانکہ جس قدر مضبوط اور مستحکم بنیاد اجتماع مسلمانوں کو حاصل ہے روئے زمین میں کسی دوسری قوم کو حاصل نہیں۔سب ایک ہی دین کے پابند ہیں،سب ایک ہی رسول کی امت کہلاتے ہیں،ایک ہی آخری کتاب قرآن مجید جو سب کے لیے یکساں ضابطۂ حیات ہے۔لیکن اسلامی ریاستوں کی باہمی رقابتیں آپس کی غلط فہمیاں،انواع و اقسام کے معمولی تنازعات و اختلاف کی وجہ سے آج مسلمانوں کی اکثریت تنزل کا شکار ہے۔

آج جو تمام مسلم امہ میں ملّایت کا دور دورہ ہے جو لوگوں کو دین اسلام کی تعلیمات دینے کی بجائے لوگوں میں فرقہ واریت پیدا کر رہے ہیں۔مسجدوں میں لوگوں کوحتیٰ کہ بچوں کو ایک دوسرے کے مذہب کے بارے کے بارے میں غلط باتیں بتا کر ان کو اسلام کی حسین تعلیمات کے خلاف کر رہے ہیں۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں صاف ظاہر ہوتا ہے

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ 38، کنزالعمال جلد 4 صفحہ 43)

آج بعینہ یہی حالت ہے مسلمان علماء کی اور ان کے زیر سایہ تربیت پانے والے مسلمانوں کی جو آج تک اس مہدی معہود کے انتظار میں بیٹھے ہیں جن کی آمد ٹھیک آنحضورؐ کی حدیث کے مطابق چودھویں صدی کے ابتدائی حصہ میں ہوئی نیز فرمایا امت میں ایک ایسا دور آئے گا کہ دین میں بگاڑ آ جائے گا جسے مہدی کے سوا کوئی اور دور نہ کر سکے گا۔

(ینابیع المودۃ جز 2 صفحہ 83)

ایک اور حدیث ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا:

امام مہدی آخری زمانہ میں دین کو اس طرح قائم کرے گا جس طرح میں ابتدائی زمانہ میں اسے قائم کر رہا ہوں۔

(ینابیع المودۃ جز 3 صفحہ 165)

ان احادیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہیں چھوڑا مگر مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کی تعلیم کو بھلا دیا اور آج تک یہ لوگ اس مسیح موعود کا انتظار کر رہے ہیں جس کو مدت ہوئی سر زمین قادیان میں آئے ہوئے اور اپنی تعلیمات کو مکمل کر کے اپنی ذمہ داریاں اپنے جانشینوں کے حوالے کر کے اپنے مولیٰ کے حضور روانہ ہوئے۔اور حضور اقدسؑ کی وفات کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوئی جس کا سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔اور مومنین کی جماعت کا خوف امن میں بدلتا رہے گا۔جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورۃ النور:56 میں فرمایا

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا (النور:56)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔

آج جو مسلمانوں کی حالت ہے وہ ہم سب کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ روز بروز ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے سب فرقے آپس میں ہی لڑ رہے ہیں۔سب یہ مانتے ہیں کہ خلافت ہی امن و سلامتی کا رستہ ہے لیکن مسلمانوں کے نام نہاد علماء احمدیت کو سچا سمجھنے کو تیار ہی نہیں، لیکن جو سعید روحیں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پیارے امام کی جماعت میں شامل کرتا جا رہا ہے اور لوگ جوق در جوق جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر خلیفہ وقت کے ہاتھوں پر بیعت کرتے جا رہے ہیں اور تمام عالم اسلام حضور اقدسؑ کے اس الہام کو اس شان سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’یقیناً یاد رکھو یہ سلسلہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا، تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی اور خدائے وحدہ لاشریک کی توحید قائم نہ رہتی۔یا یہ مسلمان ہوتے جو اپنے ناپاک اور جھوٹے عقیدوں کے ساتھ نصرانیت کو مدد دیتے ہیں اور ان کے معبود اور خدا بنائے ہوئے مسیح کے لیے میدان خالی کرتے ہیں۔یہ سلسلہ اب کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے۔جب تمہیں خدا کے زندہ اور مبارک وعدہ ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا پھر ہم کسی کی تحقیر اور گالی گلوچ پر کیوں مضطرب ہوں۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 213 ایڈیشن 1988ء)

فرمایا: ’’غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لیے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 65 ایڈیشن 1988ء)

جب حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ وصال کا وقت قریب آ رہا تھا تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً یہ بات بتا دی گئی تھی کہ اب تمہاری وفات کا وقت قریب ہے۔لہٰذا انہوں نے اپنی کتاب الوصیت میں 1905ء کو اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دِکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دِکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

حضور اقدسؑ نے مزید فرمایا ’’مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائے گی۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20صفحہ 306)

پھر 26 مئی 1908ء کا وہ افسوس ناک دن آیا جس میں زمانے کے مسیح آخر الزماں کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملی اس وقت کے غیر از جماعت تمام مسلم امہ خوشیاں منا رہے تھے کہ اب یہ جماعت ختم ہو جائے گی مگر اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ کی وہ حدیث کہ آخری زمانے میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی اور امام آخر الزماں کی وہ بات بھی پوری ہوئی کہ میرے بعد قدرت ثانیہ آئے گی حضور کی وفات کے دوسرے دن 27 مئی 1908ء کو تمام احمدی احباب بالاتفاق حضرت حاجی مولانا نور الدین صاحبؓ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور جانشین کے طور پر منتخب کر

بقیہ صفحہ 14 پر

علامہ محمد عمر تماپوری۔ کوآرڈینیٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ انڈیا

حضرت مسیح موعودؑ غیروں کی نظر میں

بانی جماعت احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی 26 مئی 1908ء میں وفات ہوئی تو مسلم پریس کی طرف سے باوجود مخالفت اور اختلاف عقائد کے شایانِ شان خراج عقیدت پیش کی گئیں:

''والفضل ماشھدت بہ الاعداء''

• علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے لکھا:

''مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے۔ آپ کی پیدائش 1839ء،1840ء میں ہوئی۔ آپ نے علوم شرقیہ میں کمال حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ 1874ء تا 1876ء عیسائیوں، آریوں، برہموں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب (براہین احمدیہ) اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ آپ نے اُنیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ 1889ء میں بیعت لینی شروع کی۔۔۔۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسّی کتابیں پیچھے چھوڑیں ہیں جن میں بیس عربی زبان میں ہیں۔ بیشک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔'' (علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ)

• جناب مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ''موتِ عالم'' کے زیرِ عنوان رقمطراز ہیں:

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔۔۔۔ دُنیا سے اُٹھ گیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔۔۔۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لیٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے۔ اور حمایت اسلام کا جذبہ اُن کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔۔۔۔ آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔'' (اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

• نیز آگے لکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں:

''کیرکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبّہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بہ لحاظ اخلاق و عادات اور کیا بہ لحاظ خدمات و حمایت دین مسلمانانِ ہند میں اُن کو ممتاز و برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔'' (اخبار وکیل امرتسر 30 مئی 1908ء)

• دہلی کے اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لیٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔۔۔۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔۔۔۔ اس کا پُر زور لیٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالہ ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔'' (کرزن گزٹ دہلی یکم جون 1908ء)

• جناب شمس العلماء سید ممتاز علی صاحب مدیر رسالہ ''تہذیب النسواں'' لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔ اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے کہ سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بُلند ہمت، مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم اُنہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن اُن کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔'' (رسالہ تہذیب النسواں لاہور 1908ء)

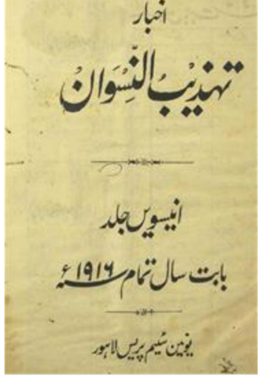

• میونسپل گزٹ لاہور لکھتا ہے:

''مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں اُن کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے۔ نہایت رنج ہوا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دُنیا سے اُٹھ گیا۔'' (میونسپل گزٹ لاہور)

• اخبار ''صادق الاخبار ڈیواڑی'' (بہاول پور) نے لکھا:

''مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو اُن کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق، حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایت اسلام کماحقہ ادا کر کے خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم، حامئی اسلام، اور معین المسلمین، فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی موت اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔'' (اخبار صادق الاخبار ڈیواڑی جون 1908ء)

• پیسہ اخبار لاہور لکھتا ہے:

''مرزا صاحب کے حق میں جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے ہم کو اس سے سخت افسوس ہوا ہے۔ کوئی مسلمان زنا کرے، چوری کرے، الحاد کا قائل ہو، شراب پیئے اور کوئی کبیرہ گناہ کرے، کبھی علماء اسلام اس کی تکفیر پر آمادہ نہیں سنے گئے مگر ایک باخدا مولوی کو جو قال اللہ اور قال الرسول کی تابعداری کرتا ہے بعض جزوی اختلافات کی وجہ سے کافر گردانا جاتا ہے۔'' (پیسہ اخبار لاہور)

• اخبار وکیل امرتسر نے لکھا:

''ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کش مکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں ان کی نظیر غالباً دُنیا کی کسی جگہ نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں اُن سب کے لئے حکم وعدل ہوں۔۔۔۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ اُن مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں مخصوص قابلیت تھی۔ آئندہ اُمید نہیں کہ مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔'' (اخبار وکیل امرتسر 1908ء)

• برسٹل ٹائمز اینڈ مرر لکھتا ہے:

''یقیناً وہ شخص اس رنگ میں یورپ اور امریکہ کو مخاطب کرتا ہے کوئی معمولی آدمی نہیں ہوسکتا۔''

• مشہور و معروف صحافی منشی سراج الدین بانی ''زمیندار'' اخبار لاہور لکھتے ہیں:

''ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ اُن کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ اُن دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔'' (اخبار زمیندار مئی 1908ء)

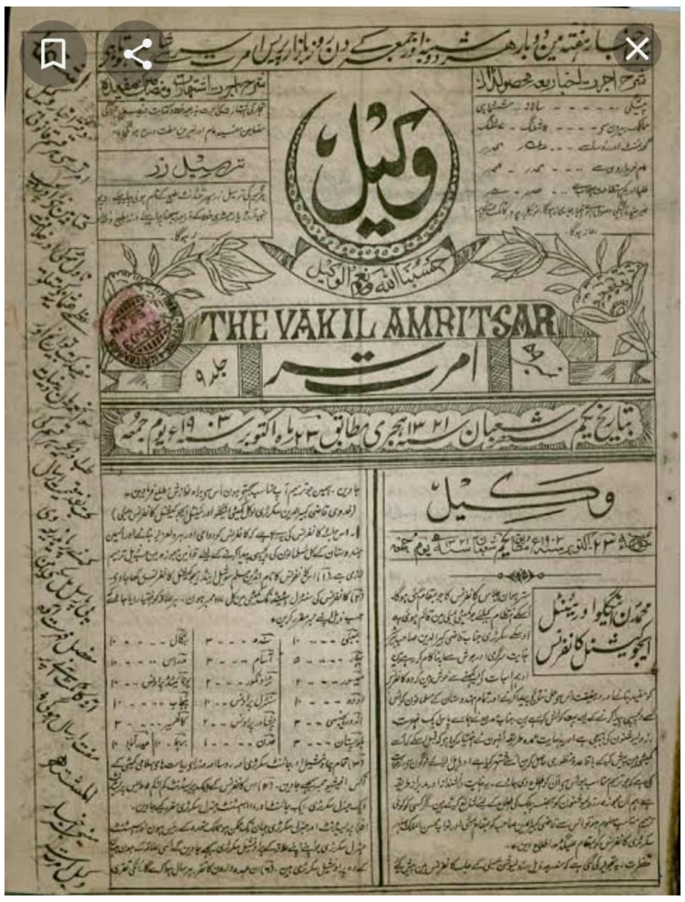

رپورٹ: وحید احمد۔ ناظم تعلیم مجلس انصار اللہ طاہر ریجن، برطانیہ

مقابلہ حفظِ قرآن

اللہ تعالیٰ کے حکم وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ یعنی اور یقیناً ہم نے قرآن کو یاد کرنے کی خاطر آسان بنادیا۔ پس کوئی ہے یاد کرنے والا؟ کی تعمیل میں مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ پروگرام کے مطابق طاہر ریجن کے انصار بھائیوں کو امسال حفظ قرآن کے مقابلہ میں شمولیت کے لئے سال کے شروع میں ہی تیاری کے لئے درخواست کی گئی اور یہ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ جاری رہے۔

امسال حفظ قرآن کا سلیبس قرآن کریم کی وہ صورتیں اور آیات ہیں جو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی نمازوں میں بالعموم تلاوت فرماتے ہیں۔

مورخہ 17 اپریل 2022ء کو مجلس انصار اللہ طاہر ریجن کی طرف سے مرکز کی رہنمائی میں حفظ قرآن کے مقابلہ کا انتظام کیا گیا۔جس کی رپورٹ ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

مجالس اور زعماء کرام سے رابطہ

تمام زعماء کرام اور منتظمین تعلیم سے تسلسل کے ساتھ رابطہ رکھا گیااور ہر ہفتہ قرآن کلاس کے موقع پر اور سوشل میڈیا کی سہولت استعمال کرتے ہوئے انصار بھائیوں کو اس پروگرام میں شامل ہونے کی باقاعدگی سے تحریک کی جاتی رہی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پروگرام کی تفصیل

حفظ قرآن کا پروگرام مسجد فضل محمود ہال میں رکھا گیا۔ایک ماہ قبل ہال کی منظوری کی اجازت کی کارروائی کی گئی اور منظوری کے بعد تمام مجالس کو اس کی اطلاع دی گئی۔ یاد رہے کہ Covid-19 کے بعد یہ پہلا face to face پروگرام تھا جو شعبہ تعلیم طاہر ریجن کے تحت کیا گیا۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

رجسٹریشن

محمود ہال میں حفظ قرآن میں شامل ہونے والے انصار بھائیوں کے لئے باقاعدہ ایک رجسٹریشن ڈیسک بنایا گیا تھا۔39۔انصار بھائیوں نے رجسٹریشن کروائی،اس کے علاوہ 6۔انصار بھائیوں نے آن لائن حصہ لیا۔

ڈیسک کا قیام

انصار بھائیوں کی سہولت کے لئے رجسٹریشن ڈیسک کے علاوہ تین دیگر ڈیسک بنائے گئے جو محمود ہال میں مناسب فاصلہ پر قائم کیے گئے۔ چنانچہ ان تینوں ڈیسک پر ایک ایک جج صاحب نے انصار سے قرآن کریم سنا۔

بیمار و Disable Persons کے لئے آن لائن سہولت

ریجن کی مجالس میں چند احباب بیمار اور صاحب فراش ہیں ان کی سہولت کے لئے زعماء کرام کو باقاعدہ آگاہ کیا گیا تھا کہ اگر کوئی ایسے دوست جو اپنی معذوری کی وجہ سے بنفس نفیس تشریف نہیں لاسکتے تو انہیں آن لائن اس پروگرام میں شمولیت کی سہولت ہو گی۔ چنانچہ 6۔ایسے انصار بھائیوں کو آن لائن سہولت دی گئی ان میں ایک دوست اپنی رخصت کے سلسلہ میں باہر تھے انہیں بھی یہ سہولت دی گئی۔یہ سہولت حاصل کرنے والوں کو کیمرہ آن کرکے شمولیت کی اجازت تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ تجربہ بھی بہت اچھا رہا۔

آغاز تقریب/پروگرام

حفظ قرآن کے پروگرام کا آغاز گیارہ بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔مکرم غلام رسول صاحب ناظم تعلیم القرآن طاہر ریجن نے سورۃ الصّف کی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ۔۔۔۔کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کی اور انگریزی و اردو میں ترجمہ پیش کیا۔

تلاوت قرآن کے بعد مکرم آصف احمد صاحب ناظم اعلیٰ طاہر ریجن نے عہد دہرایا۔عہد کے بعد مکرم توقیر احمد صاحب مربی سلسلہ نے قرآن کریم کی تلاوت اور اسے یاد کرنے کی برکات و فیوض کے بارہ میں انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں مختصر خطاب کیا۔

ناظم صاحب تعلیم طاہر ریجن نے تمام انصار بھائیوں کا شکریہ ادا کیا اور ججز کے مختصر تعارف کے علاوہ بعض اعلانات کیےاور مکرم ناظم اعلیٰ صاحب کو دعا کی درخواست کی،دعا کے بعد حفظ قرآن کے ٹیسٹ کا آغاز کر دیا گیا۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیاہے کہ حفظ قرآن کا سلیبس قرآن

کریم کی وہ صورتیں اور آیات تھیں جو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی نمازوں میں بالعموم تلاوت فرماتے ہیں۔اس لحاظ سے اس میں نسبتاً شوق سے انصار نے شمولیت اختیار کی۔تین ڈیسک بنائے گئے تھے ہرایک ڈیسک پر ایک جج صاحب تشریف فرما تھے۔انصار باری باری ڈیسک پر جاکر امتحان دیتے رہے۔ ججز کرام نے بڑی توجہ اور پیار سے انصار بھائیوں سے زبانی آیات اور صورتیں سنیں۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآء

درج ذیل تین جج صاحبان نے اپنی خدمات پیش کیں۔

1۔مکرم توقیر احمد صاحب مربی سلسلہ
2۔مکرم محمود اللہ خان صاحب (ریجن کی قرآن کلاس لیتے ہیں)
3۔مکرم غلام رسول صاحب ناظم تعلیم القرآن طاہر ریجن

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 24۔انصار بھائی کامیاب قرار پائے۔ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔اس دعا کے ساتھ رپورٹ پیش خدمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان برکات اور نعمتوں کا مستحق ٹھہرائے جو ان بابرکت پروگرامز کے مقاصد میں شامل ہیں نیز ہمیں اپنی رضاکی راہوں پر ہمیشہ سرگرداں رہنے کی توفیق دیتا چلا جائے،ان راہوں پر جو حسنات دارین کا باعث ہوں۔آمین

No.	Majlis	Name
1	Battersea	Mahmood ullah Khan
2	Tooting Bec	Nasir Ahamd
3	Earlsfield	Ghulam Rasool
4	Clapham Jcn	Muhammad Rafique Bhatti
5	Peckham	Hakeem Mensah
6	Battersea	Salahuddin Sahib
7	Wandsworth	Abdul Waheed
8	Battersea	Waheed Ahmad
9	Earlsfield	Mansoor Abrar
10	Clapham Jcn	Zahid Shafique
11	Clapham Jcn	Naeem Ahmed
12	Wandsworth Town	Munir Ahmad Nasar
13	Wandsworth Town	Sardar Naseer Ahmad
14	Earlsfield	Syed Nasir Safeer
15	Peckham	Ahmad Yanful
16	Burntwood	Mamoor Ahmad Khan
17	Burntwood	Masood Mubashir
18	Wandsworth Town	Waseem Ahmad Shahid
19	Wandsworth	Tahir Mahmood
20	Battersea	Ahmad Ali Khan
21	Wandsworth Town	Abdul Rehman
22	Wandsworth	Naseer ul Haq
23	Wandsworth Town	Abdul Quddus Qamar Javed
24	Battersea	Ehsan Qamar

ایڈیٹر کے نام خط

• مکرم ذیشان محمود۔ مبلغ سلسلہ سیرالیون لکھتے ہیں۔

6 مئی 2022ء کے شمارہ میں محترمہ امۃ الباری ناصر کا پانی والا مضمون پڑھا۔مضمون سے کئی یادیں تازہ ہوئیں۔ کراچی، ربوہ پھر سیرالیون پانی کی عدم دستیابی کا تینوں جگہ سامنا رہا۔ کراچی میں دور دور سے پانی بھر کر لانے اور پانی کے ٹینکرز پر گزارا ہوتا رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے جس حوالے کا ذکر ہوا وہ یکم جنوری 1999ء کا ہے۔

’’یہ جو فضول خرچی ہے اس کے متعلق میں ضمناً یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ رمضان کا مہینہ ہے۔غریبوں کو کھانا کھلانے کے دن ہیں۔ کھانے میں بھی انسان بہت سی فضول خرچیاں کرتا ہے اور سب سے زیادہ فضول خرچی وہ نہیں کہ اچھا کھانا کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اچھے کھانے اپنے بندوں ہی کی خاطر پیدا کئے ہیں۔فضول خرچی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اچھا کھانا ہو یا برا کھانا ہو، بچا ہوا چھوڑ دے اور وہ ڈسٹ بن Dust Bin میں چلا جائے۔خصوصاً امریکہ اور انگلستان اور مغربی ممالک میں جتنے بھی امیر ممالک ہیں ان میں یہ عادت ہے۔ اور ان کے بچوں میں بھی یہ عادت ہے۔ میرا تو گھر میں ہر وقت یہ کام رہتا ہے کہ سمیٹا کر بتاتا ہوں ان کی پلیٹیں اور بچا ہوا خود کھا جاؤں تا کہ ڈسٹ بن میں نہ پھینکنا پڑے۔ لیکن آج کل ڈائٹنگ پر بھی ہوں آخر کہاں تک کھا سکتا ہوں۔ پھر میں کچھ فریزر میں بچا لیتا ہوں۔ سارا بچا ہوا سمیٹ کر جہاں تک میری نظر پڑتی ہے اس کو فریزر میں بچا کر رکھتا ہوں تا کہ یہ کھالوں اور اس طرح فضول خرچی نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فضول خرچی نہ کرنے کی نصیحت فرمائی ہے یہ بھی۔فضول خرچی ہے جو یاد رکھیں انگلستان کے بچوں کو بہت بیہودہ عادت ہے اس فضول خرچی کی۔ کھاتے ہیں جو پسند آیا، باقی چھوڑ کے پھینک دیا۔ جہاں تک پلیٹ میں کھانا ڈالنے کا تعلق ہے بچوں کو یہ نصیحت کرنی چاہئے اتنا ہی ڈالیں جتنا وہ ختم کر سکتے ہوں اور اس سے زیادہ نہ ڈالیں اور اگر زیادہ ڈال لیں تو پھر کھانا ہی پڑے گا، ختم کرنا ہو گا اس کو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یہ سنت تھی جتنا پلیٹ میں ڈالتے تھے اس پلیٹ کو خالی کر دیا کرتے تھے اور اس کی نصیحت فرماتے تھے۔ تو اپنے سامنے کھانے کے برتنوں میں، پلیٹوں میں اتنا ہی ڈالیں جو ضرورت ہے اور پھر ضائع نہ کریں۔ ضیاع کو اگر آپ ختم کر دیں اور یہ نیا نظام انگلستان میں لوگوں کو سکھا دیں تو انگلستان میں جو فضول خرچی ہوتی ہے، وہ جو بچت ہوگی اس سے بہت سے غریب ممالک کے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ یہ نہیں آپ لوگ سوچ سکتے۔ اور انگلستان میں جو گندے پانی کی مصیبت ہے یہ بھی اسی فضول خرچی کی عادت کی وجہ سے ہے۔ اب میں اپنے گھر کی بات بتا رہا ہوں، غسل خانے کی بات مگر اتنی بتاؤں گا جو آپ کی بھلائی کے لئے بتانی ضروری ہے۔ میں کبھی بھی شاور (Shower) کھول کر غافل نہیں ہوتا کہ چلتی رہے اب بے شک اور پھر نہاؤں اور جب تک میں فارغ نہ ہو جاؤں شاور کھلی رہے۔ ہر دفعہ جب شاور کو بدن پر استعمال کرتا ہوں ضرور بند کرتا ہوں پھر، اور بند کرنے کے بعد بدن کو تیار کیا، نہانے کے لئے جو بھی ضرورتیں ہیں وہ پوری کیں پھر شاور کے سامنے آگئے۔ اور اگر گرم پانی میں خرابی کے خطرے کے پیش نظر شاور کھلی رکھی جائے تو شاور سے پہلے پہلے میں ساری تیاری کر لیتا ہوں تا کہ جب شاور شروع ہو جائے تو پھر مسلسل اس کا جائز اور صحیح استعمال ہو۔ جتنا پانی میں بچاتا ہوں انگلستان کا اگر سارے انگلستان والے بچانا شروع کر دیں تو پانی کی مصیبت ہی حل ہو جائے۔

اب یہ جو گندہ پانی پلاتے ہیں آپ کو وہ بدروؤں سے نکال نکال کر مصفا کرتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا اس میں دوائیاں ڈالتے ہیں، اللہ ہی رحم کرے۔ میں نے تو جب سے اس نظام کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں یہ پانی پینا ہی چھوڑ دیا ہے۔ وہ بوتلیں ہمارے گھر میں استعمال ہوتی ہیں خرچ تھوڑا سا زیادہ ہے مگر یہ تو پتہ ہے جو اللہ نے پاک رزق دیا تھا وہی ہے یہ، انسان کا گند ملا ہوا رزق نہیں ہے۔ تو آسان ترکیب ہے۔ اس کو اپنے گردوپیش میں عام کریں یہ بھی تو صدقہ ہے رمضان کا۔ رمضان کے صدقے میں اس کو داخل کریں۔ سارے احمدی یہ جھنڈا اٹھالیں کہ ویسٹ (Waste) نہ کرو ویسٹ (Waste) نہ کرو، اور یہ ویسٹ (Waste) جو ہے، ضیاع، یہ امریکہ میں اتنا زیادہ ہے کہ تمام دنیا کے غریب ممالک امریکہ کا ضیاع بچانے کے نتیجے میں پل سکتے ہیں۔

خوراک کی کمی انسان کا بنایا ہوا مسئلہ ہے، اللہ کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ انسان کی خساستیں ایک طرف اور اس کی فضول خرچیاں دوسری طرف۔ ان دونوں کے درمیان یہ خوراک کے مسائل ہیں۔ جہاں دل کھول کر خوراک غریبوں کو دینی چاہئے وہاں ہاتھ روک لیتے ہیں۔ جہاں اپنے اوپر بچت سے خرچ کرنی چاہئے وہاں ہاتھ کھول دیتے ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان میں بنی نوع انسان مارے جا رہے ہیں۔ تمام بنی نوع انسان کے بھوکے ان مصیبتوں کا شکار ہیں۔ تو ہمیں ہر رمضان میں ایک مہم چلانی چاہئے جو نیکی اور خیرات کو عام کرنے کی مہم ہو۔ اس رمضان مبارک میں یہ مہم بھی چلائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا فیض پہنچائے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 19 فروری 1999ء صفحہ 7)

بقیہ: خلافت احمدیہ اور مسلمان ...... از صفحہ 11

بقیہ: خلافت احمدیہ اور مسلمان ...... از صفحہ 11

کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

یہ تھا جماعت احمدیہ کا پہلا اجماع جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے معاً بعد عمل میں آیا۔ اللہ جل شانہ نے جماعت کے خوف کی حالت کو امن میں بدلا اور آج تک بدل رہا ہے۔ جیسے ہی جماعت احمدیہ کے ایک خلیفہ کا انتقال ہوتا اللہ تعالیٰ دوسرے خلیفہ کو مقرر فرما دیتا اور تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کو دعوت دیتا کہ آؤ اور اس الٰہی جماعت میں شامل ہو جاؤ جس کی بنیاد خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی مگر آج بھی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اپنے مسیح کے انتظار میں بیٹھی ہے۔

دوسری طرف جماعت احمدیہ کا یہ قافلہ اپنے پانچویں خلیفہ کی زیر قیادت ترقیوں کے منازل طے کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر خلیفہ کے دور خلافت میں جماعت کو ترقی حاصل ہوئی۔ مختلف تنظیموں کا قیام، دینی مدارس کا قیام، اسکول کالجز، ہسپتال کا قیام ہوا۔ آج دنیا کے 213 سے زائد ممالک میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کی برکات کی زندہ گواہ ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت کا کام جاری ہے۔ آج دنیا کے 213 ممالک میں ہر شہر اور ہر بستی میں احمدیہ مساجد کا جال بچھا ہوا ہے اور نئی تعمیر کا کام بھی مسلسل جاری ہے۔ اور پھر جماعت میں ایسا بھرپور مالی نظام اور سسٹم جاری ہے جس کی دنیا کے تمام مالی نظاموں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

آج دنیا بھر میں صرف احمدی احباب ہی نہیں دنیا بھر کے مسلمان بھی جماعت احمدیہ کا ٹی وی چینل ایم ٹی اے دیکھتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی آنکھیں کھلی ہوتیں اور علماء اسلام قدرت کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو وہ یہ بات جان لیتے کہ جماعت احمدیہ ہی خدا تعالیٰ کی واحد سچی جماعت ہے اور جس خلافت کے قیام کی وہ باتیں کرتے ہیں خلافت احمدیہ ہی ہے جو خدا کی قائم کردہ ہے جس کا سلسلہ نہ پہلے ختم ہوا ہے نہ کبھی ہوگا یہ خدا اور اس کے نبی اور اس کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا وعدہ ہے۔

آج خلافت احمدیہ کو قائم ہوئے 100 سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ تمام احباب جماعت بیک وقت حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات سنتی ہے اور ان کے ایک حکم پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔

جماعت احمدیہ کا یہ عملی کام دنیا بھر کے ہر مسلمان کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ آؤ اور اس روحانی سفر میں شامل ہو جاؤ، آؤ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ مل کر حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دین کا جھنڈا دنیا میں لہراؤ۔ کب تک تم اپنے علماء کی باتوں پر کان دھرتے چلے جاؤ گے اور نقصان پر نقصان اٹھاتے جاؤ گے۔ حالات زمانہ سے سبق سیکھو، وقت کے امام کو پہچانو اس کی قدر کرو۔ دنیا تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے ان تغیرات پر نظر کرو جو دنیا میں بڑی تیزی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں اور زبان حال سے آواز دے رہے ہیں کہ

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِیْحُ جَآءَ الْمَسِیْحُ

اب تم کو خلافت احمدیہ کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا۔ اسی کے دامن سے وابستہ ہو کر روئے زمین پر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا نہایت درجہ کامیابی و کامرانی کے ساتھ اکناف عالم میں لہرایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور دنیا بھر کے احمدیوں کو خلافت سے پختہ تعلق قائم کرنے والا بنائے اور دشمنوں کے شر سے خلافت احمدیہ کو بچائے رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

ہے عرفانِ اسلام ہر سمت جاری
فلق گیر ہے اب صدائے خلافت
زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے
بقا عدل کی ہے بقائے خلافت

بقیہ: خلیفہ منتخب ہوتا ہے یا اسے اللہ تعالیٰ بناتا ہے؟...... از صفحہ 9

وسعت کے پیش نظر بعد میں آیت استخلاف میں مذکورہ اصولوں کے تحت اس کمیٹی میں ترمیم بھی ہوئی۔ مگر یہ قطعی بات ہے کہ اس کمیٹی سے بہتر کوئی اور کمیٹی نہیں ہوسکتی جو منشاء و رضائے الٰہیہ کے عین مطابق ہو۔ یہ انتخاب اگر خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق قرار نہیں پاتا تو پہلی تمام خلافتوں کے انتخاب اوّل طور پر ہدفِ اعتراض ٹھہرتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ ان انتخابوں کے ذریعہ منتخب خلفاء کی وہ خود تائید و نصرت فرماتا ہے۔ اس نے آیت استخلاف میں مذکورہ خلافت حقّہ سے وعدوں کو ان کے ساتھ اسی طرح پورا فرمایا جس طرح اس نے پہلی خلافتوں کے ساتھ پورا فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کا منطقی اور شرعی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انتخاب خلافت کمیٹی شریعت اور منشائے الٰہیہ کے عین مطابق ہے اور اسی کے ذریعہ منتخب ہونے والے خلیفہ کا انتخاب الٰہی انتخاب ہے۔

تعجب اس بات پر ہے کہ اس انتخاب سے پہلے پانچ خلفاء کے انتخابوں پر کوئی سوال نہیں اٹھاتا نہ اٹھا سکتا ہے مگر اسی منہاج، معیار اور اسی طرز پر خلافتِ ثانیہ اور اس کے بعد کی خلافتوں کے انتخاب کو ہدف اعتراض بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ انتخاب خلافت کمیٹی پہلے انتخابوں کی نسبت زیادہ منظم، منضبط اور قوی طریق مہیّا کرتی ہے۔ پس اس کے ذریعہ انتخاب اگر نشانۂ اعتراض ہوسکتا ہے تو پہلی خلافتوں کے انتخاب بدرجہ اَولیٰ اعتراضات کا مَورد بنتے ہیں۔

الغرض یہ اعتراض کہ انسانوں کا انتخاب کس طرح الٰہی انتخاب کہلاتا ہے، ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب خود دورِ اوّل اور دورِ آخر کی علیٰ منہاج النبوۃ راشدہ خلافتوں کے انتخاب مہیّا کرتے ہیں۔ فالحمد للہ ربّ العلمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ، اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔‘‘

(الفضل ربوہ 17 مارچ 1967ء)

خلافت دھوپ میں سایہ

خلافت ہی حفاظت ہے، خلافت ہی نگہبانی
رہا گھاٹے میں وہ جس نے یہ نعمت ہی نہ پہچانی

خلافت دھوپ میں سایہ، خلافت غم میں غمخواری
یہ چشمہ ہے محبت کا جو سب دنیا میں ہے جاری

خلافت درد کا چارہ، خلافت ہی سہارا ہے
جو رہبر ہو اندھیرے میں، خلافت وہ ستارہ ہے

خلافت کا جو دشمن ہے کہیں کا بھی نہیں رہتا
فلک کا تو وہ کیا ہوگا، زمیں کا بھی نہیں رہتا

خلافت کا شجر پھولے پھلے گا، وعدہ ربانی
وہ خود مٹ جائے گا جس نے مٹانے کی اسے ٹھانی

(م-ج-مرزا)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

علیہ السلام جب فوت ہوئے تو میں نے لوگوں کی طرف سے اس قسم کی آوازیں سنیں کہ آپ کی وفات بے وقت ہوئی ہے... میری عمر اُس وقت (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) انیس سال تھی۔ میں نے جب اس قسم کے فقرات سنے تو میں آپ کی لاش کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے دعا کی کہ اے خدا یہ تیرا محبوب تھا۔ جب تک یہ زندہ رہا اس نے تیرے دین کے قیام کے لئے بے انتہا قربانیاں کیں۔ اب جبکہ تو نے اسے اپنے پاس بلا لیا ہے لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس کی وفات بے وقت ہوئی ہے۔ ممکن ہے ایسا کہنے والوں یا ان کے باقی ساتھیوں کے لئے اس قسم کی باتیں ٹھوکر کا موجب ہوں اور جماعت کا شیرازہ بکھر جائے۔ اس لئے اے خدا! مَیں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی تیرے دین سے پھر جائے تو مَیں اس کے لئے اپنی جان لڑا دوں گا۔ اُس وقت مَیں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ کام میں نے ہی کرنا ہے اور یہی ایک چیز تھی جس نے انیس سال کی عمر میں ہی میرے دل کے اندر ایک ایسی آگ بھر دی کہ میں نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت پر لگا دی اور باقی تمام مقاصد کو چھوڑ کر صرف یہی ایک مقصد اپنے سامنے رکھ لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کام کے لئے تشریف لائے تھے وہ اب میں نے ہی کرنا ہے۔ اور یہی سنّت ہے جس کو ہمیں اپنانا ہو گا۔... پس یہ عہد ہے جو ہمیں ہر ایک کو کرنے کی ضرورت ہے۔ آج جبکہ دنیا میں دہریت کا بڑا زور ہے ہمیں اس عہد کو نئے سرے سے کرنے کی ضرورت ہے اور پُر جوش طریقے سے نبھانے کی ضرورت ہے اور اپنے عملوں کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم شرک سے بھی دُور رہیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل کی بھی بھرپور کوشش کریں گے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جو ہم نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو لہرانے کا عہد کیا ہے اسے بھی پورا کریں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 22 مئی 2015ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: بشارت احمد شاہد۔ نمائندہ الفضل آن لائن، لٹویا

یوکرائن سے لٹویا آنے والے پناہ گزینوں کی امداد

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ عالمگیر کا یہ طرّہ امتیاز ہے کہ وہ ہمیشہ خدمت خلق اور خدمت انسانیّت کے کاموں میں پیش پیش رہتی ہے اور یہ کار خیر دنیا بھر میں سارا سال ہی جاری وساری رہتا ہے۔ آجکل روس اور یوکرائن جنگ کے نتیجہ میں بہت سے لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر یورپ کے مختلف ممالک میں پناہ حاصل کر رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ مسلمہ ہر مُلک میں کسی نہ کسی رنگ میں ان پناہ گزینوں کی مدد اور خدمت کی توفیق پارہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

جماعت احمدیہ لٹویا ایک مقامی تنظیم Labdaribas Lapa کے توسط سے وقتاً فوقتاً لٹویا کے مقامی ضرورتمند افراد اور خاندانوں کی مدد کرتی رہتی ہے۔ اس بار جب اُن سے رابطہ کیا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ یوکرائن سے آنے والے پناہ گزینوں کی مدد کے لئے ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی اُنہوں نے ہمیں اُس سامان کی تفصیل بھی بتائی جس کی فوری ضرورت تھی۔

ہم نے لٹویا کے دارالحکومت ریگا (Riga) میں واقع ایک سپر سٹور Promo Cash & Carry سے مطلوبہ سامان خریدا اور مشن ہاؤس لائے۔ مشن ہاؤس میں وہ سارا سامان پیک کیا گیا۔ پیک شدہ ڈبوں کے ایک طرف ’’ایسوسی ایشن احمدیہ مسلمان جماعت لٹویا‘‘ اور جماعت کی ویب سائٹ اور دوسرے رابطہ نمبرز پرنٹ کروائے گئے تھے جبکہ دوسری طرف لٹوین زبان میں ’’محبّت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ کے الفاظ طبع کروائے گئے تھے۔

یوکرائن کے پناہ گزینوں کی کثرت کی وجہ سے اس تنظیم کو سامان سٹور کرنے کے لئے شہر کے مضافات میں ایک بہت بڑا Warehouse لینا پڑا۔ ہم نے اپنا یہ پیک شدہ سامان مشن ہاؤس سے لے جاکر اُن کے سپرد کیا۔ وہاں ڈیوٹی پر موجود افراد نے سامان وصول کیا اور ہمارا تعارف پوچھا۔ جب اُن کو جماعت احمدیہ کا اور جماعت کی طرف سے کی جانے والی خدمت انسانیت کا تعارف کروایا گیا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ ایک مسلمان جماعت بھی اُن کے ساتھ تعاون کر رہی ہے۔

اُن کو جماعت کی طرف سے رضا کار خدام کی خدمات بھی پیش کی گئیں جس پر اُنہوں نے بڑی ممنونیت کا اظہار کیا اور کہا کہ اُن کو رضا کاروں کی بہت ضرورت ہے۔ اُنہوں نے آئندہ بھی جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنے کا اظہار کیا۔

اس سلسلہ میں جو سامان دیا گیا اُس میں ہاتھ دھونے والے صابن، shower gel، ٹوتھ بُرش، ٹوتھ پیسٹ، سینیٹائزرز، ٹشوز، بچوں کے پیمپرز، عورتوں کا Hygiene کا سامان، بسکٹ، ٹافیاں، نوڈلز، جوس، بے بی فوڈ، چپس، وغیرہ چیزیں شامل تھیں۔

یہ سامان خریدنے، اُسے پیک کرنے اور متعلقہ تنظیم کے سپرد کرنے میں مکرم فضل عمر شاہد صاحب نیشنل سیکرٹری مال، مکرم خاقان احمد صائم صاحب نیشنل سیکرٹری تبلیغ اور خاکسار کی اہلیہ محترمہ خالدہ بشارت صاحبہ کو خدمت کی توفیق ملی۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ لٹویا کو زیادہ سے زیادہ دُکھی انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک سبق آموز بات

کھانے کی دعا

کئی دفعہ چھوٹے بچے گھر میں کھانا شروع کرنے اور کھانا ختم کرنے کی دعائیں پڑھنا بھول جاتے ہیں اور یاد دہانی بھی والدین کروا دیتے ہیں۔ اصل طریق تو یہ ہونا چاہیے کہ گھر کا سربراہ بلند آواز میں پڑھے تا کہ سب پڑھ لیں۔ بچوں کو اسکول بھیجتے وقت لنچ بیگ میں اگر ایک چھوٹا سا نوٹ رکھ دیا جائے جس میں اسکول میں دن اچھا گزرنے کی دعا کے ساتھ کھانا شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ اور ختم کرتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ دعا کی یاد دہانی شامل ہو تو بچے کے لیے جہاں یہ نوٹ خوشی کا باعث ہو گا وہاں وہ یہ دعائیں بھی پڑھ لے گا اور رفتہ رفتہ یہ اس کی عادت میں شامل ہو جائے گا۔

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

فقہی کارنر

سونے، چاندی اور ریشم کا استعمال

(حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں) عرض کی گئی کہ چاندی وغیرہ کے بٹن استعمال کئے جاویں؟ فرمایا:۔

تین چار ماشہ تک تو حرج نہیں لیکن زیادہ کا استعمال منع ہے۔ اصل میں سونا چاندی عورتوں کی زینت کے لئے جائز رکھا ہے۔ ہاں علاج کے طور پر ان کا استعمال منع نہیں جیسے کسی شخص کو کوئی عارضہ ہو اور چاندی سونے کے برتن میں کھانا طبیب بتلاوے تو بطور علاج کے صحت تک وہ استعمال کرسکتا ہے۔ ایک شخص آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا۔ اُسے جوئیں بہت پڑی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے حکم دیا کہ تو ریشم کا کرتہ پہنا کر اس سے جوئیں نہیں پڑتیں۔ (ایسے ہی خارش والے کے لئے ریشم کا لباس مفید ہے)۔

(البدر 24 اگست 1904ء صفحہ 8)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

26 مئی 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:13	18:56
مدینہ منورہ		04:05	19:04
قادیان		03:50	19:26
ربوہ		03:30	19:05
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:29	21:02